جلد ۔ ۲

نظارۂ پرستان

نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ضرور ملاحظہ فرمائیے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل خونی تلوار وغیرہ

مصنف :۔ جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس

مترجم :۔ تیرتھ رام فیروزپوری

پبلشر :۔ لال برادرس

مقام اشاعت ڈیرہ دون

صدر دفتر :۔ ۷ پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو ہم سالانہ چندہ ادا کرکے اب بن جائیے

اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہیگی

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام ٹھاکر داس اینڈ سنز چھپی اور لال برادرس نے ڈیرہ دون میں شائع کی

اشاعت اول　　قیمت عہ ر

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو عہر کا منی آرڈر بھیج کر اب بن جائیے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار بذریعہ رجسٹری حاضر خدمت ہوتی رہیگی

دوسری جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کے سب سے زبردست ناول

کا ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ خونی تلوار۔ وطن پرست وغیرہ

سنہ ۱۹۲۴ء

لال برادرس
ڈیرہ دون
ہیڈ آفس:۔ ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

اشاعت اول — قیمت عہ

دو دو باتیں

اس سلسلہ کی دوسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ غور کیجئے ہم کس تندہی سے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ مگر آپ؟ ...

ہم ہندوستانیوں کی نسبت غیروں کو اس طعن کا اکثر موقعہ ملا کرتا ہے۔ کہ ان کے زبانی وعدے بہت ہوتے ہیں۔ مگر عملی کچھ نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ یہ چوٹ بے حقیقت نہیں۔ اس بارہ میں کوئی تازہ ثبوت ہم کو ان دنوں ان احباب کے طرز عمل سے مل رہا ہے۔ جو ہر قسم کی امداد کے لمبے لمبے وعدے کرتے تھے۔ مگر اب خاموش ہیں۔

جن احباب نے کسی قسم کی امداد کا اقرار کیا تھا۔ ان کی خدمت میں یاددہانی کے عریضے روانہ کئے گئے۔ مگر اب جواب تک نہیں آتا۔ اور اگر آتا ہے تو کئی قسم کے عذرات لئے ہوئے۔ جن سے شاید ہمارے ان محسنوں کے دل کو تسکین ہو گئی ہو۔ بہرحال ہمیں بالکل نہیں ہوئی۔
گنتی کے چند دوست ایسے ہیں جنہوں نے ایک ایک خریدار مہیا کیا۔ مگر ایسے نئے خریداروں کی تعداد پانچ نہیں سات ہوگی۔ فرمائیے اس سے اس کار عظیم کی عہدہ برآئی میں کیا مدد مل سکتی ہے جسے ہم نے آپ کی تحریک سے شروع کیا۔

حضرات کرام۔ اب وقت امداد ہے حسب توفیق دست اعانت بڑھا کر حوصلہ افزائی کیجئے۔ ہمارے اخراجات عظیم کا بار ہلکا کرنے کو جو تھوڑی بہت نقد امداد ممکن ہو۔ روانہ فرمائیے۔ اپنے حلقۂ احباب میں بہت نہیں تو ایک ایک دو دو خریدار مہیا کیجئے۔ ایسے خریدار جن کا چندہ بذریعہ منی آرڈر آ جائے۔ کیونکہ وی۔پی کی واپسی سے اس دفتر کو اور زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ اور اگر غیر ممکن نہ ہو تو اپنے خرچ سے کسی مستحق [illegible] ہوشمند دوست کے نام یہ سلسلہ جاری کرا دیجئے۔

امداد کی راہیں بہت ہیں۔ آپ خود جو طریقہ پسند کریں اختیار کر سکتے ہیں۔

بہرصورت اگر ناکافی خریداروں کی وجہ یا اخراجات کی ناقابل برداشت گرانی کے باعث ہم اس سلسلہ کو بند کرنے پر مجبور ہوئے تو پھر ہمیں طعون نہ کیجئے گا۔

ہم اپنا عہد پورا کر رہے ہیں اور آپ چپ ہیں۔ یقین فرمائیے یہ کام اس طرح پورا نہ ہوگا۔

لال برادرس

نظارۂ پرستان

دوسری جلد

باب ۸۰

جوشِ انتقام

لارڈ کلینڈن محلسرائے میں گیا۔ تو دیکھا شاگرد پیشہ کے جتنے آدمی ہال میں جمع ہیں۔ سب کے رنگ فق چہرے بدحواس اور حالت سکتہ کی ہو رہی ہے۔ اسی وقت ڈیوک آف مارچ مونٹ تیز چلتا زینہ سے اُترا اور کڑی آواز سے کہنے لگا "مسز بیلی کی گاڑی فوراً تیار کرا دو۔ جاؤ۔ ابھی جاؤ۔ ایک لمحہ کی تاخیر نہ ہو۔"

تین چار نوکر اس حکم کی تعمیل کے لئے اصطبل کی طرف دوڑے۔ اتنے میں ڈیوک نے لارڈ کلینڈن کو دیکھا۔ اور خشمناک حالت میں اس کی طرف جا کر۔ اس کے منہ کو گھورتے ہوئے غصہ کے لہجہ میں کہنے لگا "میو۔ تمہارے ناپاک مشورہ پر عمل کرنے سے آج میری عمر بھر کی راحت کا خاتمہ ہو گیا۔"

"خدا کے لئے چچا جان مجھ غریب کو معتوب نہ کیجئے۔" لارڈ کلینڈن نے کہا "اگر آپ اس بیرحمی یا بد مزاجی سے کام لیں۔ جو ہنگامہ آپ کی خصلت کا جوہر ہی ہے۔ تو معلوم ہوگا۔ میں اس معاملہ میں سراسر بے قصور ہوں۔"

"میو۔ معاف کرو۔ معاف کرو۔ میں اس وقت نیم دیوانہ ہو رہا ہوں۔" ڈیوک نے بڑبڑا کر کہا "کچھ خبر نہیں۔ منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ مگر آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اسے لیکر ایک کمرہ میں داخل ہوا۔ اور دروازہ بند کر کے سخت اضطراب کی حالت میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

"چچا جان۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر دل سخت بیقرار ہوتا ہے۔" کلینڈن نے انداز

ہمدردی سے پاس جاکر کہا "اگر کوئی کام ایسا ہو جو میں آپ کے لئے سرانجام دے سکوں ۔ ۔ ۔"

"کچھ نہیں ۔ کچھ نہیں ۔ آج سے دنیا کی راحتیں مجھ پر حرام ہوگئیں ۔" ڈیوک نے اسی جوش کی حالت میں کہا ۔ مگر فوراً ہی زیادہ سکون و وقار کا لہجہ اختیار کرکے کہنے لگا " مگر نہیں ایک چھنال عورت اگر برابر کے نافرجام مرد سے ناجائز تعلق رکھتی ہے تو بلا سے ۔ دو تو جہنم میں جائیں ۔ میں ان کی خاطر کیوں پریشان ہوتا پھروں" ۔ پھر بھنچے ہوئے دانتوں سے اس نے کہا " ہیو تم نے سُن لیا کہ وہ جسے میں آجتک اپنی دولت ثروت اور نیک نامی کا حصہ دار سمجھتا تھا جس سے مجھے ناقابل بیان محبت تھی ۔ آج وہ مارِ آستین ثابت ہوئی ۔ وہ اس قابل نہیں نکلی کہ میں آئندہ اسے اپنی زندگی کا حصہ دار سمجھوں ۔ ۔ ۔"

"میں نے اس بارہ میں کچھ اُڑتی سی خبر سُنی ہے ۔ میرا بدنصیب بھائی ابھی ابھی مجھ سے ملا تھا"

"ہیو ۔ خاموش ! میرے سامنے اس بدکردار کا نام نہ لو ۔" ڈیوک نے سختی سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا " اس کے متعلق ایک لفظ بھی میرے سامنے نہ کہو ۔ تمہاری طبعی فیاضی سے میں خوب واقف ہوں ۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں اپنے بھائی سے گہری محبت ہے ۔ لیکن اگر تم نے اس کی سفارش میں ایک لفظ بھی مجھ سے کہا تو یا میں اس کمرہ سے چلا جاؤں گا ۔ یا تمہیں گھر سے نکلوا دوں گا ۔ جیسا اس قسم کے حالات میں اکثر ہوا کرتا ہے ۔ گنہگار جوڑا اپنی بے گناہی پر بے شک زور دے گا ۔ اس دنیا میں جرم و معصیت ہمیشہ معصومیت کا پردہ اختیار کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں ۔ اور جتنی بڑی کسی کی خطا ہو ۔ اتنا ہی وہ بے باک بننے کی کوشش کرتا ہے ۔ میں ان چالوں کو خوب جانتا ہوں ۔ بس خبردار اس مضمون پر ایک لفظ بھی میرے کانوں تک نہ آئے ۔" اتنا کہہ کر ڈیوک آف مارنج مونٹ کمرہ سے چلا گیا

لارڈ کلینڈن قریباً ایک لمحہ اور وہیں ٹھیرا ۔ اس کے بعد وہ بھی زینہ کی راہ سے کمرہ نشست کی طرف گیا ۔ رستہ میں مسز بیلی ملی ۔ جو اپنے کمرہ کی طرف جا رہی تھی ۔ اس وقت اس نے سفری لباس پہنا ہوا تھا ۔

کلینڈن کو دیکھ کر وہ عصبی اضطراب سے مرتعش آواز میں کہنے لگی " مائی لارڈ ۔ اس بے عزتی کی کس کو خبر تھی ۔ ڈیوک نے کہا ہے جس وقت تمہاری گاڑی تیار ہو ۔ ولما کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ ۔ ۔ ۔"

"اتنا ہی یا اس کے سوا کچھ اور بھی ؟" ہیو نے بے تابی سے پوچھا ۔

"بس اور کچھ نہیں ۔" مسز بیلی نے جواب دیا ۔ "اور نہ انہوں نے مجھی کو کچھ کہنے کی مہلت دی ۔ اس دن کی باتیں جو میں نے آپ سے کہی تھیں ۔ یقیناً آپ نے ڈیوک سے نہ کہی ہوں گی ۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔" لارڈ کلیبنڈن نے جلدی سے کہا۔ "مسز بیلی میں کیا ایسا نادان تھا کہ راز کی باتیں ان کے سامنے ظاہر کرنے بیٹھتا؟ اُلٹا آپ سے مجھے یہ عرض کرنا ہے۔ کہ ان سے آپ کی گفتگو ہو تو اس بارہ میں ایک لفظ تک نہ کہیے گا۔"

"نہیں میں بالکل نہ کہوں گی۔" زن مذکور نے عصبی اضطراب سے کانپتے ہوئے کہا۔ "مگر دیکھو تو۔ یہ بے عزتی کی کس کو خبر تھی؟ بدقسمتی سے اس وقت لخلخہ بھی پاس نہ تھا۔ اور مجھے یقیناً غش آجاتا۔۔۔"

"سنیئے کوئی آرہا ہے۔" لارڈ کلیبنڈن نے جلدی سے کہا۔

تھوڑی دیر میں ڈیوک آف مارچ مونٹ پھر نمودار ہوا۔ اب اس کے بشرہ سے وقار و تکبر کا اظہار ہوتا تھا۔ مگر اس کا موجودہ سکون اس قسم کا تھا جس کی تہ میں صدہا اضطرابات پوشیدہ ہوتے ہیں۔ چہرہ کی رنگت اب ہلدی کی طرح زرد تھی۔

"مائی ڈیر میڈم!" اس نے قریب آکر مسز بیلی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ مگر اس کے بغیر چارہ بھی نہیں کہ میری بیوی کے میکے کی واحد رشتہ دار کی حیثیت میں آپ اسے اپنے ساتھ ہی لے جائیں۔ اس گھر سے اس کا تعلق آج ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ گنہگار ہے اور گنہگار عورت کا میرے گھر میں کام نہیں۔ اس کے مستقبل کی نسبت مجھے جو انتظام کرنا ہے اس کی اطلاع چند دن تک میرے وکیل آپ کو بھیج دیں گے۔ جائیے۔ الوداع۔ ہیوم انہیں گاڑی میں سوار کر دو۔۔۔ اور خیال رکھو وہ بچی ان کے ساتھ چلی جائے۔"

ڈیوک یہ الفاظ کہہ کر مڑا چاہتا تھا۔ کہ پھر کچھ سوچ کر رک گیا۔ اور کہنے لگا۔ "دیکھو ہیوم۔ اگر وہ دوزانو ہو کر۔ عاجزی سے الحاح و زاری کر کے بھی کہے کہ تم اس کا کوئی پیغام میرے پاس لاؤ۔ تو خبردار میں حکم دیتا ہوں۔ ایسا نہ کرنا۔ ورنہ میں عمر کے لئے تم سے خفا ہو جاؤں گا۔"

وہ پاس کے کمرہ میں گھس گیا۔ اور دروازہ میں کنجی پھرنے کی آواز سے لارڈ کلیبنڈن اور مسز بیلی نے معلوم کیا کہ اس نے دروازہ کو اندر سے مقفل کر لیا ہے۔ دونو وہیں کھڑے تھے کہ الزا کی خواصوں میں سے ایک زینہ سے اترتی ہوئی آئی۔ اور مسز بیلی کو رقعہ دے کر کہنے لگی۔ "بیگم صاحبہ نے التجا کی ہے کہ ان کی طرف سے یہ خط ڈیوک کو پہنچا دیا جائے۔"

"مگر افسوس میں ایسا نہیں کر سکتی۔" مسز بیلی نے کہا۔ "ڈیوک نے تاکیدی حکم جاری کیا ہے۔ کہ اس کی طرف سے کوئی شخص زبانی یا تحریری پیغام لے کر میرے پاس نہ آئے۔ انتہائی صورت یہ ہے کہ آپ" لارڈ کلیبنڈن کی طرف اشارہ کر کے "ایک آخری کوشش کر دیکھیں۔۔۔"

"میں ضرور ایسا کروں گا۔" ہیو نے جواب دیا۔ "حصولِ انصاف کی خاطر ایسا کرنا میرا فرض ہے خواہ اس سے چچا ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔"

رقعہ ہاتھ میں لئے وہ اس کمرہ کی طرف گیا جسے ڈیوک نے اندر سے مقفل کر لیا تھا۔ اور باہر سے دستک دی۔ ڈیوک نے اندر بیٹھے بیٹھے ہی پوچھا۔ کون ہے؟ جس پر لارڈ کلینڈن نے جواب دیا۔ میں ہوں۔ اور ڈیوک نے دروازہ کھول دیا۔ دونو قریباً دس منٹ تک بند کمرہ میں رہے۔ اس عرصہ میں مسز بیلی اور وہ خادمہ جو رقعہ لے کر آئی تھی۔ باہر کھڑی رہیں۔

"کیوں ڈچس کا کیا حال ہے؟" مسز بیلی نے خادمہ سے پوچھا۔ "ذرا دیر پہلے اس نے یہ کیوں کہلایا تھا کہ میں ان کے کمرہ میں نہ جاؤں؟"

خادمہ کی صورت سے حسرت برستی تھی۔ مایوس لہجہ میں کہنے لگی۔ "میڈم گذشتہ ایک گھنٹہ کے عرصہ میں سرکار کے چہرہ میں ایسی تبدیلی ہوگئی ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے پہلے کی نسبت دس سال بوڑھی ہیں۔ بہرحال انہوں نے وہ خط جسے اب لارڈ کلینڈن ازراہ عنایت ڈیوک کے پاس لے گئے ہیں حیرت خیز سکون کے ساتھ لکھا۔ خدا کرے اس رقعہ کی تحریر ڈیوک کے دل میں کچھ اثر پیدا کر سکے۔ آپ کو انہوں نے اسی لئے آنے سے منع کیا تھا۔ کہ خط کی تحریر میں مشغول تھیں۔ میڈم سچ جانئے ان کی طرف سے کمزوری یا نا عاقبت اندیشی تو بے شک ہوئی ہو۔ مگر ان کو گنہگار کہنا سراسر ظلم ہے۔"

مسز بیلی چونکہ ان کی زندگی کے ابتدائی حالات جانتی تھی۔ اور برٹرام سے اس کی محبت کا حال اُسے بخوبی معلوم تھا۔ علاوہ بریں فیشنیبل طبقہ کی نشست و برخاست سے فطرت انسانی کے بہتر پہلو کی نسبت اس کے احساسات اگر قطعاً تلف نہیں تو کم از کم ایک حد تک کُند ضرور ہو چکے تھے۔ اس لیے اُسے یقین نہ آیا۔ کہ ان کا بے قصور ہو سکتی ہے۔ وہ اس کو گنہگار ہی سمجھتی تھی پس خادمہ کے الفاظ پر اس نے سر کو اس طرح مایوسی سے حرکت دی۔ کہ ظاہر ہوتا تھا وہ اپنے دل میں اس معاملہ کی نسبت کسی طرح کے شکوک نہیں رکھتی۔ اور اسے اس کی معصیت کا پورا یقین ہے یہ حالت دیکھ کر خادمہ کا اپنا چہرہ بھی اُتر گیا۔ جب اس نے مسز بیلی کے خیالات کو اس بارہ میں اس قدر پختہ دیکھا۔ تو بد نصیب ان کے گناہ کی نسبت اس کی ڈھلمل رائے بھی یقین کی صورت میں بدل گئی۔

اس وقت لارڈ کلینڈن جو اب تک دروازہ بند کئے ڈیوک کے کمرہ میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔ باہر نکلا۔ مگر اس کی صورت دیکھتے ہی معلوم ہوگیا۔ کہ وہ جس کام کے لئے گیا تھا۔ پورا نہیں ہوا

گری ہوئی آواز سے کہنے لگا۔ "ڈیوک نے اس رقعہ کو میرے اصرار پر پڑھا تو سہی۔ کیونکہ میں نے ان کو انصاف کا حوالہ دے کر ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ مگر سارا مضمون دیکھنے کے بعد انہوں نے یہی کہا۔ میرا فیصلہ اٹل ہے۔ اور اس میں فرق نہیں آسکتا۔ ان کا آخری حکم یہ ہے۔ کہ ڈیس فوراً اس گھر سے چلی جائے۔"

خادمہ رونی صورت بنائے زینہ کی راہ سے اوپر چڑھنے لگی۔ مسز بیلی بھی اس کے ساتھ ہولی اور دونو اس زنانہ نشست گاہ میں داخل ہوئیں۔ جہاں الزا اس قسم کے اضطراب کی حالت میں جس کی تفصیل سے قیاس بہل نہ ہے۔ ادھر ادھر چل رہی تھی۔ ایک اور خادمہ اس کے پاس تھی۔ مگر وہ بھی ایک طرف کھڑی ہوئی۔ بیگم کی اس افسوسناک حالت کو دیکھ کر دل ہی دل میں آنسو بہاتی تھی الزا کی صورت سے ظاہر تھا۔ کہ اس کے دل کو خوفناک صدمہ پہنچا ہے۔ چہرہ لاش کی طرح زرد تھا آنکھیں اتری ہوئی۔ اور نگاہ سے اس قسم کی تھکن ظاہر ہوتی تھی۔ گویا اس کی عمر مسلسل رنج و اندوہ میں گذری ہے۔ دروازہ کھلا۔ تو اس نے اس قسم کی جگمگائی ہوئی آنکھوں سے جن سے بے چینی اور اضطراب ظاہر تھا۔ آنے والوں کی طرف دیکھا۔ سب سے پہلے مسز بیلی نے آگے بڑھ کر کہا "الزا ناحق تم نے . . ."

"میڈم آپ کے لفظوں سے ظاہر ہے کہ آپ مجھ کو گنہگار سمجھتی ہیں۔ حالانکہ میں سراسر بے قصور ہوں۔" ڈیس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اب اس کی بے چینی سکون و وقار میں بدل گئی تھی۔

"عزیز من۔ کاش تم بے گناہ ہوتیں" مسز بیلی نے کہا "مگر اس معاملہ میں مجھ سے بہتر حالات تمہیں کو معلوم ہیں۔"

"جین کیا میرے خط کا جواب لائی ہو؟" ڈیس نے مسز بیلی کی طرف سے وقار و تکبر سے منہ پھیر کر خادمہ سے کہا۔ جو مودب فاصلہ پر کھڑی تھی۔ اور جسے ڈیس نے رقعہ دے کر بھیجا تھا۔ یہ کہتے ہوئے حالت اضطراب میں ایک بار پھر اس کی نگاہ سے بیم و رجا کا اظہار ہونے لگا۔

لیکن مسز بیلی خادمہ کو بولنے کا موقعہ نہ دیتے ہوئے جلدی سے کہنے لگی "تم نے سنا نہیں ڈیوک نے حکم جاری کر دیا ہے۔ کوئی شخص میرے پاس رقعہ یا پیغام نہ لائے۔ وہ اس وقت دروازہ بند کئے بیٹھے ہیں . . ."

"جین میرے خط کا جواب لائی ہو؟" ڈیس نے بے صبری سے پھر اسی خادمہ سے کہا۔ مسز بیلی کے الفاظ چونکہ یہ ظاہر کرتے تھے۔ کہ وہ اس کو گنہگار سمجھتی ہے۔ اس لئے اب اس نے ادھر توجہ دینا ہی کسر شان سمجھا۔

"میں عرض کرتی ہوں" جین نے جلدی سے جواب دیا۔ "لارڈ کلینڈن سرکار کا رقعہ لے کر ان کے پاس گئے تھے۔ اور کہتے تھے۔ میں ضرور حجاسے بیگم صاحب کی حمایت کروں گا۔ قریباً پاؤ گھنٹہ وہ بند کمرہ میں سرکار کے پاس بیٹھے رہے۔ مگر جب باہر آئے . . ."

"بس! میں سمجھ گئی۔" ڈچس نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ اب فرط یاس سے اس کے سپید خط وخال میں تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔ "تمہارا جواب یہ ہے کہ ڈیوک میرے بیان پر یقین نہیں کرتے۔ اس صورت میں میرا اس گھر سے کوئی سروکار نہیں۔ میں جاتی ہوں مگر اس وقت دم رخصت میں میں خدا کو حاضر جان کر کہتی ہوں کہ کمزوری یا ناعاقبت اندیشی کی خطاوار تو میں بے شک ہوں۔ مگر گناہ سے میرا دامن سراسر پاک ہے۔"

"الزا! الزا!" مسز بیلی نے عصبی جوش کی حالت میں جلدی سے کہا۔ "دیکھو خدا کے پاک نام کو اس طرح آلودہ نہ کرو . . ."

دفعتاً الزا کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔ آنکھوں سے چنگاریاں جھڑنے لگیں۔ غرور وتمکنت سے مسز بیلی کی طرف دیکھ کر اس نے کہا۔ "اے عورت کیا تو بھی آج بولنے کے قابل ہو گئی!" اور جب مسز بیلی ان الفاظ سے مرعوب ہو کر حالت خوف میں دو قدم پیچھے ہٹی۔ تو ڈچس نے اسی طرح پر جوش لفظوں میں کہا۔ "دیکھ۔ اس جگہ سے رخصت ہو کر میں ایک لمحہ کو تیرے پاس ٹھہرنا حرام سمجھتی ہوں۔ جرات ہے تو اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہہ کیا تو نے ہی مجھے برباد نہیں کیا؟ میرے اشارہ کو تو خوب سمجھتی ہے۔ اور آج اس مصیبت میں میں جی بھر کر تجھے کوستی۔ مگر کیا کروں تیرے ساتھ والد مرحوم کے حق میں بد دعا نکلنے کا ڈر ہے۔ بہر حال اگر میں واقعہ میں گنہگار ہوتی . . . گو خدا شاہد ہے کہ نہیں ہوں . . . لیکن بالفرض ہوتی تو ندامت سے سر جھکا کر سوچ کہ میرے اس دور مصیبت میں تیری ادنے سازشوں کو کتنا دخل ہوتا۔ جا میری نظروں سے دور ہو جا! میں تیری ناپاک صورت دیکھنے کی روادار نہیں ہوں!"

مسز بیلی جو ڈرتی تھی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ الزا واقعات ماضی کی نسبت کسی طرح کے حالات ظاہر کر کے مجھے بھی مبتلائے مصیبت کرے۔ اتنا ہی سن کر روتی ہوئی کمرہ سے نکل گئی۔ اور خوف سے بھاگتی ہوئی زینہ سے اترنے لگی۔

رستہ میں اسے لارڈ کلینڈن ملا۔ اس نے پوچھا "کہیئے۔ ڈچس کہاں ہیں؟" مگر جب مسز بیلی بے تحاشا دوڑتی ہوئی آگے نکل گئی۔ کیونکہ خیالات کی الجھن میں اسے معلوم نہ تھا۔ لارڈ کلینڈن کیا پوچھ رہا ہے۔ تو اس نے پیچھے جا کر دوبارہ فکر وتشویش سے پوچھا "میڈم کہیئے تو کیا واقعہ پیش آیا ہے؟"

مائی لارڈ پوچھئے نہیں۔" زن مذکور نے جواب دیا۔ کیا ذلت ہے کہ وہ عورت جسے میں نے اپنی کوششوں سے ڈچس کے رتبہ تک پہنچایا تھا۔ آج مجھے گالیاں دیتی اور برا بھلا کہتی ہے۔ افسوس! احسان فراموشی کی بدتر مثال اور کیا ہوگی!"

لارڈ کلینڈن اب سمجھ گیا تھا۔ معاملہ کیا ہے۔ دلجوئی کے لئے کہنے لگا "ہاں سچ تو ہے۔" پھر جب اس نے مسز بیلی کو تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف جاتے دیکھا۔ جو دروازہ پر تیار کھڑی تھی۔ تو بولا "مگر کیا آپ ان کو ساتھ نہ لے جائیں گی؟"

"نہ مائی لارڈ میں نے بھر پایا۔ کیا ابھی کچھ اور کالک لگوانا باقی ہے؟"

"لیکن چچا نے باصرار حکم دیا تھا کہ آپ ڈچس کو ساتھ لے کر جائیں۔"

"پر ڈچس نہ آئے تو کیا زبردستی لے جاؤں؟" مسز بیلی نے جلدی سے کہا۔ پھر ساتھ ہی کہنے لگی "چلو اچھا ہوا کہ وہ میرے ساتھ چلنے کو تیار نہیں۔" اس وقت اس کے چہرہ سے غصہ اور جوش ظاہر ہوتا تھا۔ اس بات کا انتظار نہ کرکے کہ کوئی اس کو سہارا دے کر گاڑی میں سوار کرے۔ وہ جھپک کر خود ہی چڑھ گئی۔

لارڈ کلینڈن نے رخصتی سلام کیا۔ اور گاڑی چل دی۔ وہ تھوڑی دیر کشمکش و پیچ میں اسی جگہ کھڑا رہا۔ مسز بیلی کے ڈچس کو ساتھ لئے بغیر رخصت ہونے کے یہ معنی تھے۔ کہ ڈیوک کے احکام کی تعمیل نہیں ہوئی۔ پس تھوڑی دیر سوچ کر وہ اس خیال سے چچا کے کمرہ کی طرف چلا۔ کہ ان سے ملکر اس معاملہ میں مزید ہدایات لی جائیں۔

دوسری طرف مسز بیلی کے رخصت ہوتے ہی الزا کا عارضی جوش مراجعانہ اشات سے مغلوب ہوگیا۔ نقاہت نے وہ خلاف فطرت سکون پیدا کردیا۔ جو فرط یاس کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ خادماؤں سے مخاطب ہوکر کہنے لگی "میری ٹوپی شال اور دستانے لادو۔ میں جاتی ہوں۔"

"میں سرکار کے لئے گاڑی لانے کو کہہ دوں؟" جینن نے مرتعش آواز سے پوچھا۔ گو ڈچس کے اظہار بے کسی کے باوجود وہ دل میں اسے خطاوار سمجھتی تھی۔ تاہم فرط محبت سے اس کے رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے۔

"نہیں جینن"۔ الزا نے جواب دیا۔ "گاڑی کی حاجت نہیں میں پیدل ہی جاؤں گی۔ میں اس گھر میں آئی تو محروم الارث اور محتاج تھی۔ اب رخصت کے وقت بھی بے سروسامان جاتی ہوں۔"

خادمائیں زار زار روتی الزا کے پاؤں سے لپٹ گئیں۔ انہوں نے بمنت عرض کیا کہ آپ ایسی

ہٹ نہ کریں۔ آپ چندے یہاں ٹھیریں گی۔ تو سرکار کا غصہ خود ہی فرو ہو جائے گا۔ مگر وہ اپنے ارادہ پر قائم تھی۔ لہجہ سے استقلال و استقامت کا اظہار ہوتا تھا۔ انداز کلام فیصلہ کن اور ایک حد تک سخت تھا۔ ناچار خادمائیں فرش سے اُٹھیں۔ اور جو سامان ڈچس نے طلب کیا تھا۔ پیش کیا۔ تبدیل لباس کے بعد جب وہ چلنے لگی۔ تو اس کی نگاہ سے رقت ظاہر ہوتی تھی۔ کانپتی ہوئی آواز سے بولی عزیز لڑکیو۔ تمہاری عنایات نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔ اس امتحان و آزمائش کی دنیا میں ایسے ہی واقعات کسی شخص کو فطرت انسانی کے بہتر پہلو سے واقف ہونے کا موقعہ دے سکتے ہیں۔ الوداع میں جاتی ہوں۔ مگر دیکھو تم نے میری وجہ سے غم نہ کرنا۔ نہ اپنے طور پر کسی سے کہنا کہ میں چلی گئی ہوں ہاں اگر پوچھا جائے کہ وہ کس حالت میں رخصت ہوئی۔ تو میری طرف سے کہدینا۔ کہ شادی کے بعد میں یہاں خالی ہاتھ آئی تھی۔ اور اب اسی طرح خالی ہاتھ یہاں سے رخصت ہوتی ہوں۔ کوئی پوچھے تو یہ بھی کہہ دینا کہ جن کاغذوں کا حوالہ میں نے اپنے خط میں دیا تھا وہ میز کے دراز میں بند ہیں۔ بس خدا حافظ!"

اتنا کہہ کر اور نوکرانیوں کی طرف جن کی زاری سے آنچل بھیگ رہے تھے۔ پھر ایک بار دیکھنے کی جرأت نہ کر کے وہ تیز چلتی ہوئی کمرہ سے رخصت ہوئی۔ عقبی زینہ کی راہ سے اُتر کر وہ بغلی دروازہ سے آنگن میں پہنچی۔ کسی نے اس کو رخصت ہوتے نہیں دیکھا۔ دونوں خادمائیں اسی کمرہ میں کھڑی روتی رہیں جس سے وہ۔ ایک امیر کبیر کی بیاہتا بیگم اس حال زار میں رخصت ہوئی۔ انہیں چونکہ ان سے دلی محبت تھی۔ اور الزا ہمیشہ ان سے شفقت برتتی تھی۔ اس لئے شدت گریہ سے ان کے دل ٹوٹے جا رہے تھے۔

اس اثنا میں جیسا پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ لارڈ کلینڈن پھر اسی کمرہ میں چلا آیا۔ جہاں ڈیوک آف ماؤنٹ دروازہ بند کئے بیٹھا تھا۔ اب اس کی آمد کا مدعا ڈیوک سے یہ کہنا تھا۔ کہ مسز بیلی تو ڈچس کے بغیر چلی گئی۔ فرمائیے اب آپ کا حکم کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں کمرہ میں دونو کے درمیان کیا باتیں ہوئیں۔ بہرحال کوئی دس منٹ کے عرصہ میں لارڈ کلینڈن باہر نکلا۔ اور اس نے ایک نوکر کو بلا کر حکم دیا کہ فوراً جا کر سادہ بند گاڑی تیار کراؤ۔ جس کے بعد وہ اس کمرہ کی طرف چلا جس سے الزا تھوڑی دیر پیشتر روانہ ہوئی تھی۔ وہاں جا کر اس نے آہستہ سے دستک دی۔

اس کی صورت نہائت غمزدہ تھی۔ دروازہ کھلنے پر اس نے مایوسانہ انداز سے کہا۔ "میں بیگم صاحب سے چند لفظ کہنا چاہتا ہوں"۔

"مگر وہ چلی گئیں"۔ خادمہ جین نے سُبکیاں لے لے کر روتے ہوئے کہا۔

"چلی گئیں!" کلینڈن نے متعجب ہو کر کہا۔ "مگر کس طرح؟ . . . گاڑی تو یہاں سے اب تک روانہ نہیں ہوئی . . ."

"سرکار پیدل چلی گئیں"۔ خادمہ نے جواب دیا: "کہتی تھیں گاڑی پر سوار ہو کر نہ جاؤں گی۔"

"پیدل!" کلینڈن نے اور زیادہ حیرت سے پوچھا: "مگر کس طرف؟ تمہیں معلوم ہے کدھر جانا چاہتی تھیں؟"

"مائی لارڈ اس کا ہمیں کچھ علم نہیں"۔ جین نے کہا۔ "انہوں نے ہم سے الوداع کہی اور . . . چلی گئیں"

لارڈ کلینڈن گہری فکر میں آہستہ آہستہ زینہ سے اُترا اور اس کمرہ کے دروازہ پر آکر جہاں ڈیوک بیٹھا تھا۔ پھر دستک دی۔ اس مرتبہ دروازہ فوراً ہی نہیں کھلا۔ اور ڈیوک نے اندر سے ہی کڑی آواز میں کہا۔ "کیا بات ہے! مجھے کیوں بار بار دق کیا جاتا ہے؟"

"چچا جان میں یہ عرض کرنے کو حاضر ہوا ہوں کہ بیگم صاحب روانہ ہو گئے . . ."

"تو بس اچھا ہوا۔ جاؤ۔ اس سے زیادہ میں نہیں سننا چاہتا۔" ڈیوک نے اندر ہی بیٹھے بیٹھے کہا "اور دیکھو میو۔ میری طرف سے ہر شخص کو حکم دے دو۔ کوئی میرے کمرہ میں نہ آئے۔ میں تنہا . . . بالکل تنہا رہنا چاہتا ہوں۔"

لارڈ کلینڈن کے لئے اب چپ رہنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ وہ دروازہ سے ہٹ کر ایک نوکر بلایا چاہتا تھا کہ اس نے اپنے ذاتی خادم کو زینہ پر چڑھتے دیکھا۔

اس سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔ "ٹریورس تم جاکر سائیس سے کہہ دو۔ وہ گاڑی جس کی تیاری کا حکم تھوڑی دیر پیشتر دیا گیا تھا۔ اب درکار نہیں۔"

"بہت اچھا" کہہ کر خادم اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کے لئے رخصت ہوا۔

شام کے چھ بج چکے تھے۔ اور مہمان کمرہ نشست میں جمع ہو کر واقعات پیش آمدہ پر کانا پھسکی کر رہے تھے۔ بعض کی رائے تھی۔ کہ ہمیں فوراً گاڑیاں تیار کرا کے چل دینا چاہیئے۔ کہ موجودہ حالات میں ہمارا قیام نازیبا مداخلت کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر بعض کا خیال یہ تھا۔ کہ عجب نہیں آخر کار ڈچس بے قصور نکلے۔ اور میاں بی بی میں میل ہو جائے۔ جس صورت میں ہماری رخصت قابل اعتراض سمجھی جائے گی۔ مگر یہ لوگ اب سے تھے جنہیں ڈچس کی روانگی کا علم نہ تھا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لارڈ کلینڈن اس جگہ وارد ہوا۔ اور مہمانوں نے اس کی صورت دیکھتے

ہی معلوم کر لیا۔ کہ اب کوئی اور زیادہ خوفناک اور فیصلہ کن واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ اس نے کہا صاحبان مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ آج کے ناخوشگوار واقعات نے آپ کی بزم طرب کو مختل کیا۔ مگر چچا جان اور ان کی بیگم میں ایسا بگاڑ ہوا ہے جو کسی حالت میں رفع نہ ہوگا۔ ڈچس رخصت ہو گئی ہیں۔ اور چچا جان بار الم سے مغلوب ایک کمرہ میں نڈھال پڑے ہیں۔ مہمان کچھ اور تفصیل سننا چاہتے تھے۔ مگر پاس اخلاق مانع تھا۔ بہر حال اب ان کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہ رہا کہ اپنی اپنی گاڑیاں تیار کرا کے گھروں کو رخصت ہو جائیں۔ لارڈ کلینڈن نے رسمی طور پر شام کا کھانا کھا کر جانے پر زور دیا۔ مگر جیسا امید کی جا سکتی تھی ہر شخص نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ فوراً اسباب بندھنے لگا۔ گاڑیاں تیار ہوئیں۔ اور اس قابل یاد دن کی شام کو سات بجتے بجتے مہمانوں میں سے آخری شخص اس گھر سے رخصت ہو گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر لارڈ کلینڈن اس گاؤں کی طرف چلا جس کی سرائے میں اس نے بھائی سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ فاصلہ قریباً ایک میل تھا۔ مگر وہ تیز چلتا ہوا قریباً پاؤ گھنٹہ میں ہی سرائے میں پہنچ گیا۔ سرائے دار سے مسٹر برٹرام دوین کا پتہ پوچھا۔ تو وہ ایک کوٹھری میں لے گیا۔ جہاں بدنصیب نوجوان فکر جانکاہ کی حالت میں بھائی کی آمد کا منتظر تھا۔ سایہ دار درختوں کا ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کے بعد جب برٹرام نے ہیو کو ڈیوک سے یہ کہنے کے لیے بھیجا کہ ڈچس بے قصور ہے اس وقت کے بعد قریباً تین گھنٹے گذر گئے تھے۔ مگر یہ تین گھنٹے اسے تین سال۔ تین صدیوں کے برابر طویل محسوس ہوئے۔ اور اس عرصہ قلیل میں اس کے ذہن نے وہ درد و اذیت۔ وہ کرب جانگداز وہ عذاب شدید برداشت کیا جسے مکینان دوزخ شاید ازل سے ابد تک برداشت نہیں کرتے اور جس کی شدت نے عرصہ کی قلت سے اتنا زور اختیار کیا کہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ لارڈ کلینڈن نے کوٹھری میں آکر برٹرام پر پہلی ہی نظر ڈالی تو معلوم ہو گیا کہ وہ بدنصیب کس خوفناک ذہنی تکلیف میں مبتلا ہے۔

"کیوں بھائی کیا خبر لائے ہو؟" برٹرام نے ہیو کے آتے ہی بے تابی سے پوچھا۔ گو لارڈ کلینڈن کی افسردہ صورت دیکھتے ہی یہ خوفناک شبہ اس کے دل میں جاگزین ہو گیا تھا۔ کہ خبر اچھی نہیں ہے۔

"افسوس! برٹرام میری کوششیں بے کار ہوئیں۔ کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا" بڑے بھائی نے جواب دیا۔

"نہیں!" بدنصیب برٹرام نے جس کے چہرہ پر یاس کے اثرات ظاہر تھے مری ہوئی آواز سے

کہا مگر پھر حالت اضطراب میں کہنے لگا۔"لیکن بتاؤ تو کیا کیا باتیں ہوئیں؟ تم نے چچا کو سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔؟"

"اے عزیز۔ میں نے جہاں تک مرا امکان میں تھا۔ کوشش کی۔" لارڈ کلینڈن نے بھائی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت سے دباتے ہوئے کہا۔ "مگر بے سود۔۔۔ وہ کسی کی سنتے ہی نہیں۔"

"اور وہ خط؟۔۔۔ کیا ڈیوک نے میرا خط بھی پڑھا یا نہیں؟" برٹرام نے پوچھا۔

"خط! کونسا خط؟" کلینڈن نے تعجب سے کہا۔

"آہ! مجھے یاد آگیا۔" برٹرام نے جلدی سے کہا۔ "وہ تمہارے آنے کے بعد وہاں پہنچا ہوگا۔ نصف گھنٹہ ہوا میں نے ایک لڑکے کے ہاتھ ڈیوک کے نام خط بھیجا تھا۔ بات یہ ہے تمہارے بعد حالت انتظار میں مجھ پر جنوں کی سی حالت طاری تھی۔ میں سخت بے قرار تھا۔ تم نہ آئے تو میری فکر اور بڑھی۔ حیران تھا۔ کیا کروں۔۔۔"

"میں سمجھا۔ بے تاب ہو کر تم نے ڈیوک کے نام ایک خط لکھا۔ مگر یہ تو کہو اس میں لکھا کیا؟" لارڈ کلینڈن نے پوچھا۔

"کچھ یاد نہیں۔" برٹرام نے جلدی سے جواب دیا۔ "میں کہہ چکا ہوں۔ اس وقت میری حالت دیوانوں کی طرح تھی۔۔۔ اور اب بھی ہے۔۔۔" "وہ رک کر" الٰہی! وہ بے قصور! اور مجھ بدنصیب کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہے!۔۔۔ مگر بھائی وہ اس وقت کہاں ہے؟ ڈیوک نے اس پر کوئی سختی تو نہیں کی؟"

"ڈچس اوک لینڈس سے چلی گئی ہے۔" لارڈ کلینڈن نے جواب دیا۔ "پہلے فیصلہ ہوا تھا کہ مسز بیلی اسے اپنے ساتھ لے جائے۔۔۔"

"چلی گئی!۔۔۔ چلی گئی!" برٹرام نے انداز وحشت سے کہا۔ "خانماں برباد ہو کر چلی گئی!۔۔۔ اور یہ اس حالت میں کہ سراسر بے گناہ تھی! آہ! برٹرام تو کتنا بدنصیب ہے۔ کہ تیری وجہ سے وہ بھی تباہ ہوئی جو اپنے گھر میں آرام کی زندگی بسر کرتی تھی۔ تیری وجہ سے اس کو بھی یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ جو اپنے شوہر کے پاس سکھی تھی۔" یہ کہتے ہوئے اس نے انداز تاسف سے دونوں ہاتھ ملنے شروع کئے۔ پھر بولا "مگر تم بتا سکتے ہو۔ کہاں گئی؟"

"کچھ معلوم نہیں۔" کلینڈن نے جواب دیا۔ "ہاں مسز بیلی رخصت ہوئی ہے تو اس کے ساتھ نہ تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ تنہا پیدل کسی طرف کو چلی گئی ہے۔"

"ہا۔ پیدل!" برٹرام نے پریشانی کی حالت میں کہا۔ اور اب اس کی آنکھوں سے جنوں کا اظہار

ہونے لگا تھا۔ "الزا گھر چھوڑ کر چلی گئی! ... تنہا! ... پیدل! ... کوئی اس کا غمخوار نہیں! ... کوئی نہیں جانتا وہ کہاں ہے! اسے پیر فلک۔ یہ ستمکاریاں قابل برداشت نہیں۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ ٹوپی ہاتھ میں لے کر دیوانہ وار سرائے کے پھاٹک کی طرف چلا۔

"برٹرام! برٹرام! کہاں جاتے ہو؟" لارڈ کلینڈن نے بھائی کا بازو پکڑ کر روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کہاں!" نیم دیوانہ نوجوان نے انداز حیرت سے کہا "میں بھی وہاں جاتا ہوں۔ جہاں وہ گئی ہے جس کو میرے جوش جذبات نے تباہ اور برباد کیا۔ بھائی میں اسی کے پیچھے جاتا ہوں۔ جو میری لائی ہوئی مصیبت کی وجہ سے بادیہ پیمائی پر مجبور ہوئی ہے مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے۔ مگر میں خاک بسر ہو کر سے اکناف عالم میں تلاش کروں گا۔ وہ جہاں ہوگی۔ وہیں جاؤں گا۔ میں اس کو تسلی دوں گا۔ اگر مجھ سیاہ نصیب کی تسلی اس کے لئے کسی طرح کارگر ہو سکتی ہے۔ میں دو زانو ہو کر اس سے معافی طلب کروں گا۔ اگر مجھ رو سیاہ کے لئے دو جہان میں معافی حاصل کرنا ممکن ہے۔ میں اس کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کروں گا ..."

"لیکن برٹرام ..."

"مت روکو! مجھے جانے دو!" یہ کہتے ہوئے برٹرام نے بھائی کو جھٹکا دے کر بازو چھڑا لیا۔ اور وحشی کی طرح دوڑتا ہوا سرائے کے پھاٹک سے باہر نکل گیا۔

لارڈ کلینڈن اس کے تعاقب میں دروازہ تک گیا۔ مگر وہ اس عرصہ میں نظروں سے غائب ہو چکا تھا!

باب ۹۔

سانحہ

لارڈ کلینڈن کو محل سے برٹرام کی طرف گئے پاؤ گھنٹہ گذرا تھا کہ ایک لڑکا ڈیوک آف مارچ مونٹ کے نام خط لے کر آیا جسے اس نے ڈیوڑھی پر دربان کے حوالہ کر دیا۔ چونکہ اس خدمت کا معاوضہ اُسے پہلے ہی مل چکا تھا۔ اس لئے وہ خط حوالہ کرنے کے بعد نہیں ٹھیرا۔ بلکہ فوراً ہی تیز چلتا ہوا واپس چلا گیا یہی وہ خط تھا جس کا ذکر برٹرام نے اپنے بھائی سے کیا تھا۔ مگر خط اور لفافہ کی تحریر راقم کے ذہنی اضطراب

کی وجہ سے اتنی بگڑی ہوئی تھی۔ کہ جو شخص اس کی شناخت کا عادی بھی ہو۔ وہ بمشکل حرف پہچان سکتا تھا دربان نے بند لفافہ ایک خادم کو دے دیا۔ جو اُسے لے کر اس کمرہ میں گیا جس کا دروازہ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اب تک اندر سے بند کر رکھا تھا۔

خادم کی دستک پر امیر موصوف نے اندر سے کڑکتی آواز میں پوچھا "کون کھٹکھٹاتا ہے؟ جب میں نے حکم دے دیا۔ ۔ ۔"

"مائی لارڈ۔ ایک خط آیا ہے۔" نوکر نے خوف سے کانپتے ہوئے باہر ہی سے عرض کیا۔

"کس کی طرف سے؟" ڈیوک نے پوچھا۔

"میں عرض نہیں کر سکتا۔" خادم نے جواب دیا۔ "تحریر پہچانی نہیں جاتی۔ ۔ ۔"

ڈیوک نے دروازہ کھول کر خط لے لیا۔ اس ایک ثانیہ کے عرصہ میں کہ دروازہ کھلا۔ نوکر نے آقا کی صورت دیکھی۔ چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ اور اس پر دلی جوش و اضطراب کے آثار نمودار تھے۔ ڈیوک نے خط لیتے ہی دروازہ بند کر لیا۔ اور حرف پہچاننے کی کوشش کی۔ اس سے قاصر رہ کر اس نے لفافہ چاک کیا۔ مگر جیسے ہی اس کی نظر ابتدائی الفاظ پر پڑی۔ اس نے خط کو فرشی قالین پر پھینک کر پاؤں سے کچل دیا۔ مگر فوراً ہی اس سبک حرکت سے دل میں شرمندہ ہو کر اس نے پھر اس کو اٹھا لیا۔ اور کسی نامعلوم کشش کے اثر سے یہ جاننے کے لئے کہ برٹرام اپنے حق میں کیا عذرات پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس نے بیٹھ کر خط کو اول سے آخر تک پڑھا۔ انداز تحریر غیر مربوط جملے شکستہ اور قسموں اور التجاؤں کی بھرمار تھی لیکن مضمون اسی قدر تھا۔ کہ جیسی بے گناہ ہے۔ اسی سلسلہ میں بے جوڑ طریقہ پر اس کا بھی ذکر تھا۔ کہ کبھی ہم دونو کی آپس میں محبت تھی۔ لیکن مسز سیلی نے اس کی شادی آپ سے کرنے کے لئے ہمیں دھوکا دیا۔ سارا مضمون پڑھنے کے بعد ڈیوک کے دل میں روشنی کی ہلکی سی شعاع پیدا ہوئی۔

مزاجعانہ خیالات کے اثر سے یہ سوچتے ہوئے کہ میں نے ذرا سی بات کا کتنا بتنگڑ بنا دیا۔ اس نے کرسی پر پیچھے کی طرف جھک کر کہا۔ "الٰہی! یہ تو نہیں ہوا کہ برٹرام نے عارضی کمزوری کے بس میں اس پریشانی کے باعث جو دونوں میں جدائی کے خیال سے پیدا ہونی لازم تھی۔ اسے اپنے بازوؤں کا سہارا دیا۔ ورنہ حقیقت میں وہ بے قصور تھی! مگر نہیں یہ بات ماننے کی نہیں۔ گنہگار لوگ ایسے عذرات پیش کیا ہی کرتے ہیں۔ بلکہ جس نے جتنی بڑی خطا کی ہو۔ اتنے ہی زور سے وہ اپنی معصومیت کا اظہار کرتا ہے یقیناً دونو گنہگار ہیں۔ ۔ ۔ میرا وہ مار آستین بھتیجا۔ اور یہ سیاہ کار عورت بھی جسے میں نے اپنے

رنج وراحت کا حصہ دار بنایا۔۔۔ ہاں مگر اس خط میں ان کی سابقہ محبت اور اس فریب کا کیا ذکر ہے جو مسز بسلی نے انہیں دیا۔۔"

متضاد خیالات کے باعث ڈیوک کے سر میں چکر آنے لگا۔ اس نے پیشانی کو زور سے دبایا۔ اس وقت بھی یہ تحقیق کرنے کے لئے کہ وہ عورت جس سے باطن میں اسے بے پناہ محبت تھی۔ اور جس کی اطاعت گذاری پر وہ ہمیشہ فخر ومباہات کیا کرتا تھا۔ واقعہ میں بے قصور ہے۔ وہ دنیا کی بہترین نعمت سے دست بردار ہونے کو تیار تھا۔ سینہ میں زوردار جدوجہد ہو رہی تھی۔ نفس کہتا تھا وہ بے قصور ہے اور ظاہر پرستی اس کو گنہگار تصور کرنے پر زور دیتی تھی۔ ان دو متضاد خیالات کے بیچ میں یہ احساس پریشان کر رہا تھا۔ کہ میں نے اس معاملہ میں غیر معمولی جلد بازی کی۔ اور اس پہلو سے میری سختی درحقیقت ناقابل معافی ہے۔ دفعتاً اُس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جس کے زیر اثر وہ کمرہ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ پوچھا۔ لارڈ کلیفنڈن کہاں ہیں؟ اور جب معلوم ہوا وہ تھوڑی دیر پیشتر کہیں چلے گئے۔ تو نوکر کو حکم دیا۔ کہ بڑی خادمہ جین کو میرے پاس بھیجدو۔ اس کے آنے تک جو چند منٹ کا وقفہ حائل ہوا۔ اس میں ڈیوک نے اپنے اضطراب و پریشانی کو دبا کر سکون ووقار قائم کرنے کی بزور کوشش کی۔ انسان اپنی کمزوریوں کو اوروں سے چھپانے کی حتے الامکان کوشش کرتا ہے۔

جین آئی۔ تو اس کی آنکھیں شدت گریہ سے سوجی ہوئی تھیں۔ چہرہ سے حزن وملال کے آثار نمودار تھے۔ ڈیوک نے اس سے پوچھا "جین تمہاری بیگم چلی گئیں کیا؟"

"ہاں۔ سرکار چلی گئیں۔ مگر سچ جانئے ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ روتے روتے آنچل بھیگے جاتے تھے۔۔۔" خادمہ نے کہنا شروع کیا۔

"تم کو معلوم ہے کہاں گئیں؟"

"نہیں سرکار کچھ معلوم نہیں۔"

"آخر تم اُسے گاڑی تک چھوڑنے تو ساتھ گئی ہوگی۔ تمہارے سامنے اس نے کوچبان کو کہاں چلنے کا حکم دیا تھا؟"

خادمہ کی آنکھوں سے پھر طوفان اشک بہ نکلا۔ کانپتی ہوئی آواز سے کہنے لگی "مائی لارڈ وہ یہاں سے پیدل ہی گئی تھیں۔۔۔"

"کیا کہا۔ پیدل!" امیر موصوف نے انداز حیرت سے پوچھا۔

"ہاں مائی لارڈ۔" جین نے کہا "رخصت ہوتے وقت کہتی تھیں کہ میں یہاں خالی ہاتھ آئی تھی۔

اور اب اسی طرح خالی ہاتھ یہاں سے جاتی ہوں . . ."

"آہ !" ڈیوک نے چونک کر کہا ۔ اور وہ اس طرح خادمہ کے منہ کی طرف دیکھنے لگا ۔ گویا بیان کے آخری حصہ کا بے تابی سے منتظر ہے ۔

جاتے وقت انہوں نے خدا کو حاضر جان کر یہ بھی کہا تھا ۔ کہ میں بے قصور ہوں ۔" خادمہ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "مائی لارڈ فطرت انسانی اتنی بری ہرگز نہیں ہوسکتی ہے ۔ کہ کوئی گنہگار ہو کر ایسی قسمیں کھائے . . ."

وہ فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر رک گئی ۔ کیونکہ دفعتاً اسے مسز ہیلی کے الفاظ یاد آگئے ۔ اور وہ اس خیال سے کانپنے لگی ۔ کہ ایسا نہ ہو جسے میں ان لفظوں کے ذریعہ بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہوں حقیقت میں خطا وار ہو ۔

"اچھا اس نے اور کیا کہا ؟" ڈیوک نے جس کے لہجہ اور انداز سے بے صبری ظاہر ہوتی تھی ۔ پوچھا "چلتے چلتے اتنا اور کہا تھا ۔ کہ جن خطوں کا ذکر میں نے آپ کی چٹھی میں کیا ہے ۔ جیسے لارڈ کلینڈن آپ کے پاس لیکر گئے تھے وہ سب ڈسک میں پڑے ہیں ۔" جین نے جواب دیا ۔

"آہ ! وہ چٹھی . . . میں اسے . . . خیر" اور ڈیوک فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر تیز چلتا کمرہ سے رخصت ہوا ۔

وہ سیدھا بیگم کے کمرہ میں گیا ۔ ڈسک غیر مقفل تھا ۔ اور معلوم ہوتا تھا ۔ ڈسک عمداً اسی حالت میں چھوڑ گئی ہے ۔ ڈیوک نے اسے کھولا ۔ تو برٹرام کی وہ چٹھیاں برآمد ہوئیں ۔ جو اس نے مختلف اوقات میں کپتان لیسی کے نام لکھی تھیں ۔ ڈیوک نے انہیں سرسری نظر سے دیکھا ۔ تو عہد ماضی کے سب حالات روشن ہوگئے ۔ وہی حالات جن کا ذکر ہواتا اس خط میں درج تھا ۔ جو برٹرام نے گاؤں کی سرائے میں بیٹھ کر شدت اضطراب سے بے جوڑ عبارت میں لکھا تھا ۔

ان خطوں کو پڑھ کر ڈیوک کے پاؤں تلے کی مٹی نکل گئی ۔ آنکھوں کے سامنے سے پردہ سا ہٹ گیا ۔ اور اول مرتبہ اس نے اس عجیب طرز عمل کی حقیقت کو سمجھا ۔ جو برٹرام اور الزا دونو نے اول الذکر کے اوک لینڈس آنے کے بعد چند دنوں میں برتا تھا ۔ اب یہ سوچکر اسے سخت ندامت ہوئی کہ میں ہی انہیں ایک دوسرے سے ملانے اور ان کی سرد مہری کو رفع کرنے کا ذریعہ بنا ۔ در اصل میں نے ہی ان کے جذبات خفتہ کو بیدار کیا ۔ پس اگر ان کے میل سے میری بے عزتی ہوئی ۔ تو اس کے لئے ذمہ وار خود میں ہوں ! اور اب دیکھئے کہ جو باتیں گذشتہ پاؤ گھنٹہ میں بصورت امید و آرزو

اس کے دل میں پیدا ہوتی تھیں اب اصل حقیقت بن کر اس کے پیش نظر ہیں ۔ کیا یہ اغلب نہ تھا ۔ کہ گو الزا کی طرف سے کمزوری کا اظہار ہوا ۔ تاہم وہ گنہگار نہ تھی ۔ برٹرام نے اپنے خط میں صاف لکھا تھا ۔ کہ حالات کے زیر اثر اپنے جذبات پر قابو پانے سے قاصر رہ کر گو میں نے اسے اپنے بازو کا سہارا دیا ۔ تاہم اس سے قصد فاسد کا اظہار مطلوب نہ تھا ۔ جتنا زیادہ ڈیوک اس معاملہ پر غور کرتا اتنا ہی برٹرام کا بیان اسے سچا نظر آتا تھا ۔ ڈچس کی روانگی کے جو حالات خادمہ جین کی زبانی معلوم ہوئے ۔ وہ بھی اس خاتون کے گنہگار ہونے کی بجائے اس کے وقار معصومیت پر دلالت کرتے تھے ۔

سارے حالات کو ان کی حقیقی صورت میں سمجھنے کے بعد ڈیوک نے اس جوش محبت کے زیر اثر جو پھر ایک بار بدنصیب ڈچس کے لئے اس کے دل میں پیدا ہونے لگا تھا ۔ درد سے کراہتے ہوئے کہا ۔ "الزا ۔ الزا ۔ اگر میں نے تم پر ظلم کیا ہے ۔ تو اس کا تاوان اپنی جان سے دوں گا ۔ ۔ ۔ اے راحم خدا ۔ کیا صاف ظاہر نہیں ہے ۔ کہ میں نے اس معصوم پر ظلم کیا ؟ مجھے اندیشہ ۔ ۔ ۔ نہیں یقین ہے ۔ کہ میں نے اس پاکباز پر بے جا سختی کی ۔ ۔ ۔ الزا تو برٹرام سے بے تکلف ہونا نہ چاہتی تھی ۔ اس سے تیرا سلوک بجا طور پر سرد مہری کا تھا ۔ کہ مبادا واقعات ماضی کی یاد جذبات میں ہیجان پیدا کر دے ۔ فی الجملہ تیرا سلوک مجموعی طور پر وہی تھا ۔ جو ہونا چاہیئے ۔ لیکن مجھ بدنصیب نے تمہیں ایک دوسرے سے ملانے کی کوشش کی ۔ خود میں نے تمہارے میل کے سامان پیدا کئے ۔ تمہیں عمداً تنہا چھوڑا ۔ ایسے حالات میں قدرتی تھا ۔ کہ تم دونو جنہیں خوفناک دھوکا دیا گیا تھا ۔ عہد ماضی کا ذکر کرتے ۔ افسوس ! افسوس ! اسی بات کو میں نے تیرے گناہ پر محمول کیا ! الزا تو کمزور مگر پاک عصمت تھی ۔ میں تیری کمزوری سے درگذر کرتا ہوں کہ وہ میری حماقت کا نتیجہ تھی ۔ اب کچھ بھی ہو ۔ میں بہت جلد تجھے محلسرا میں واپس لاکر اپنی ملکہ بناؤں گا ۔ میں خود تیرے سامنے دو زانو ہو کر معافی کا خواستگار ہوں گا ۔ ۔ ۔"

اس قسم کے مجذوبانہ الفاظ کہتا ہوا ۔ ڈیوک زنانہ کمرہ سے باہر نکل گیا ۔ اب نہ اس کا فطری وقار باقی تھا ۔ نہ سکون ۔ جس کا وہ عادی تھا ۔ احساس ندامت نے دونو کو مغلوب کر دیا ۔ جب زینہ سے اتر کر وہ اس مقام پر گیا ۔ جہاں سے کمرہ نشست کا دروازہ کھلتا تھا ۔ تو لارڈ کلینڈن ملا ۔ جو برٹرام سے مل کر گاؤں کی سرائے سے واپس آ رہا تھا ۔

اسے دیکھ کر ڈیوک کے دل میں ان خیالات کی یاد تازہ ہوئی جنہیں وہ حالات کی الجھن میں بالکل نظر انداز کر چکا تھا بے ساختہ کہنے لگا ۔ "تم آ گئے ۔ آؤ میرے ساتھ آؤ" اور یہ کہہ کر وہ کمرہ نشست میں داخل ہوا ۔ لارڈ کلینڈن بھی اس کے پیچھے گیا ۔

دونوں میں قریباً دس منٹ باتیں ہوئیں۔ مگر وہ کیا تھیں۔ ان کا سر دست ہمیں کچھ علم نہیں۔ مختصر یہ کہ اس عرصہ کے بعد یکایک دروازہ کھلا۔ اور ڈیوک اسی بے تابی سے باہر نکلا جس سے اندر داخل ہوا تھا ہال میں آ کر اس نے سب نوکروں سے جو اس جگہ موجود تھے۔ اضطرابی لہجہ میں کہا۔"سارے آدمی چاروں طرف جا کر ڈچس کو تلاش کرو۔ اگر وہ مل جائے۔ تو کہنا اصل قصوروار میں یعنی اس کا شوہر ہوں۔"

الزا کی بے گناہی سن کر ہر شخص کے منہ سے نعرۂ مسرت بلند ہوا۔ کیونکہ اپنی فطری نیکیوں اور حسن سلوک سے وہ گھر کے سب نوکروں اور خادماؤں میں ہر دلعزیز تھی۔ ہر شخص اس سے دلی محبت کرتا تھا

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے ڈیوک نے اور زیادہ پرجوش آواز سے کہا۔"تم نے کہنا خطاوار وہ نہ تھی میں ہوں اور اب میں اس سے واپس آنے کے لئے التجا کرتا ہوں۔ آئندہ وہ اس گھر کی ملکہ اور میری راحت العین ہوگی۔ جاؤ سب آدمی اطراف میں پھیل جاؤ۔ ہر گھر۔ ہر جھونپڑی ہر مقام تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو وہ چھپی رہ جائے۔ فوراً جاؤ۔ جو شخص اُسے ڈھونڈ کر لائے گا۔ اس کو میں ایک سو پونڈ نقد انعام دوں گا۔ میں خود بھی اس کی تلاش میں جاتا ہوں۔ الزا بے خبری میں میں نے تجھ پہ ناقابل معافی ظلم کیا ہے . . . "

ڈیوک آف مارچ مونٹ نے ٹوپی اوڑھ لی۔ اور کچھ کہتا ہوا تیز چل کر محل سے روانہ ہوا جس وقت باہر کی سیڑھیوں پہ اتر رہا تھا۔ اس کا شکیل میسٹف کتا جس کا ذکر پیشتر کیا گیا ہے۔ آقا کو دیکھ کر خوشی سے دوڑتا ہوا پاس آیا۔

"پلوٹو۔ تم بھی میرے ساتھ چلو۔" ڈیوک نے کتے سے مخاطب ہو کر کہا۔ "وفادار دوست۔ تم خوب جانتے ہو۔ میں ایک ضروری کام پہ جا رہا ہوں۔"

اتنے میں یہ خبر ہر طرف پھیل چکی تھی۔ کہ کسی نامعلوم طریق پہ ڈیوک کو بیگم کی بے گناہی کا یقین ہو گیا ہے اور اب جو شخص ڈچس کو تلاش کر کے لائیگا۔ اسے ایک سو پونڈ انعام دیا جائے گا۔ اس اطلاع کی سب سے زیادہ خوشی الزا کی دونو خواصوں کو ہوئی۔ اور جینی دوسری خادمہ کے گلے میں باہیں ڈال کر خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگی۔"الہی جیسے تو نے ہماری بیگم کی آبرو رکھی۔ سب کی رکھیو۔ بہن اب وہ بہت جلد ہمارے پاس آ جائے گی۔ میں بارگاہ ایزدی میں معافی کی التجا کرتی ہوں۔ کہ ایک لمحہ کو ان کے خلاف کسی طرح کے شبہ کو دل میں جگہ دی۔"

ڈیوک کا حکم پاتے ہی سب نوکر اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ مختلف آدمی مختلف اطراف میں روانہ ہو گئے۔ لارڈ کلینڈن بھی اس تلاش میں شریک تھا۔ اور اس نے اعلان کیا کہ جو شخص ڈچس کو واپس لائے

میں کامیاب ہوگا اسے چچا کے ایک سو پونڈ انعام کے علاوہ پچاس پونڈ اور میں اپنی طرف سے دوں گا۔

تلاش شروع ہوئی۔ تو شام کی تاریکی چاروں طرف پھیلنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر میں اس نے سوادِ شب کی صورت اختیار کی۔ اتنے میں چاند روشن ستاروں کی فوج لے کر میدانِ فلک پر نمودار ہوگیا۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ رفتہ رفتہ آدھی رات ہونے لگی۔ مگر اب تک کوئی شخص تلاش سے کامیاب بانا کام واپس نہ ہوا۔ لیکن آدھی رات کے بعد ایک ایک کر کے نوکر لوگ اوک لینڈس میں واپس ہونے لگے جو آتا۔ اس کے چہرہ کی افسردگی ناکامی کا پتہ دیتی۔ رات کا ایک بجا تھا کہ لارڈ کلبینڈن واپس ہوا۔ اس نے اس تلاش میں کچھ کم سرگرمی نہ کی تھی۔ لیکن واپسی پر اس کو بھی ناکامی کا اعتراف کرنا پڑا۔ نوکروں سے پوچھا۔ کیا ڈیوک واپس آگئے؟ لیکن معلوم ہوا۔ وہ اب تک نہیں لوٹے۔ اس پر لارڈ کلبینڈن نے کہا "اچھا میں ان کی واپسی کا انتظار کرتا ہوں۔"

ٹھیک ایک بجے ڈیوک آف مارچ مونٹ اپنے وفادار کتے پلوٹو کو ساتھ لئے واپس ہوا۔ اس کی تحقیقات بھی اوروں کی طرح بے سود رہی تھی۔ فی الحقیقت اس ساری تگ و دو میں کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ڈچس کہاں ہے۔ یا کس طرف گئی۔ قدرتی طور پر ہر شخص کے دل میں یہ خیال جاگزین ہونے لگا۔ کہ ہو نہ ہو۔ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ لیکن ڈیوک کے دل میں چونکہ اس شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے کسی کو ذکر کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شاید وہ الزا کے فطری استقلال سے پوری طرح واقف تھا۔ اور یہ خیال اس کے دل میں پیدا ہونا غیر ممکن تھا۔ کہ اس نے اس ہولناک جرم کا اقدام کیا ہو۔ اس کا خیال تو تھا۔ کہ اگر وہ حقیقت میں بے قصور ہے جیسا کہ اب اُسے یقین ہوگیا تھا۔ تو اس کی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ زندہ رہ کر اس داغ سیاہ کو دھوئے نہ یہ کہ جان سے گذر کر لوگوں کو مزید حرف گیری کا موقع دے۔

تھوڑی دیر بعد ڈیوک نے کھڑے کھڑے نوکروں سے کہا "میں پھر ایک بار اسے تلاش کرنے جاتا ہوں۔ مجھ خستہ تن پر اس وقت تک نیند حرام ہے جب تک ڈچس کا سراغ حاصل نہ کر دوں"

نوکروں سے یکے بعد دیگرے اس نے دریافت کیا کہ تم نے اسے کن اطراف میں تلاش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو میل فاصلہ پر چند جھونپڑیوں کا جو چھوٹا سا گاؤں آباد ہے۔ وہاں اب تک کوئی نہیں گیا۔ باقی سب مقامات تلاش کرلئے گئے ہیں۔

"خیر تو اب میں وہاں جاتا ہوں،" ڈیوک نے کہا۔ اور اس کے چہرہ پر امید کی شعاع خفیف نظر آنے لگی۔

کئی نوکروں نے ڈیوک کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور بعض نے اصرار کیا کہ ہم اپنے طور پر

جاکر پھر انہیں تلاش کرتے ہیں۔ مگر ڈیوک نے سب کو نگاہ شکرگذاری سے دیکھ کر کہا "میرے دوستو آج تم نے کچھ کم جانفشانی نہیں کی۔ میری اجازت سے اب تم جاکر آرام کرو۔ کیونکہ تمہیں اس کی مجھ سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر کل تک ہماری کوششیں بے سود رہیں۔ اور کوئی اطلاع نہ ملی۔ تو پھر ہم کوئی دوسری کارروائی عمل میں لائیں گے۔ سردست تمہاری خدمات کی ضرورت نہیں۔ اس لئے تم اپنے اپنے کمروں میں جا سکتے ہو۔"

"لیکن حضور کو ہم سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔" نوکروں نے باصرار کہا۔

"نہیں"۔ ڈیوک نے جواب دیا۔ "میں اگرچہ چارپائی پر لیٹ بھی جاؤں۔ تو نیند آنا مشکل ہے۔ اس لئے میں جاتا ہوں۔ میں ہی اس خرابی کی جڑ ہوں۔ اور میرا فرض ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو خود ہی اس کی تلافی کروں۔ جاؤ تم لوگ آرام کرو۔"

نوکروں میں سے ایک نے عرض کیا۔ "لارڈ کلیبڈن اب تک آپکے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ کیا ان سے حضور کی تشریف آوری کا حال کہہ دیا جائے؟"

"نہیں"۔ ڈیوک نے جلدی سے کہا۔ "میرے پاس کسی سے ملنے ملانے کو وقت نہیں ہے۔ جاؤ آرام کرو۔ میں اکیلا اس کی تلاش میں جاتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے ڈیوک نے اس زور سے ہاتھ کو حرکت دی کہ صاف ظاہر ہوتا تھا وہ اپنا حکم منوانے پر تلا ہوا ہے۔ گو نگاہ سے اب بھی اس ہمدردی کے لئے اظہار شکرگذاری ہوتا تھا۔ جو نوکروں نے اس موقعہ پر ظاہر کی۔ وہ اکیلا ہی باہر گیا۔ نوکروں میں سے بعض اپنے اپنے کمروں کی طرف روانہ ہوئے کچھ آرام کرنے سے پہلے دروازے اور کھڑکیاں بند کرنے لگے۔ اور لارڈ کلیبڈن کا ذاتی خادم ٹریورس اپنے آقا کو ڈیوک کے احکام کی اطلاع دینے گیا۔ کیونکہ جس وقت ڈیوک آف مارچ مونٹ نے نوکروں سے وہ گفتگو کی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ تو وہ بھی ہال میں موجود تھا۔

ساری کیفیت سن کر لارڈ کلیبڈن نے کہا "انہیں لازم تھا مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے اندیشہ ہے تنہا پھرتے پھرتے تھک کر بیمار ہو جائیں گے۔ خیر اب میں جاکے آرام کرتا ہوں۔ مگر دیکھو ٹریورس مجھے علی الصباح ہی بیدار کرنا کو گھوڑے پر سوار ہو کے دیس کی تلاش میں جاؤں۔"

ٹریورس بہت اچھا کہہ کر اپنے آقا کے ساتھ اُسے خوابگاہ تک چھوڑنے گیا۔ اور اُسے وہاں پہنچا کر اپنے کمرہ میں چلا گیا۔

ابھی سویرا ہی تھا اور نوکروں نے چند ہی گھنٹے آرام کیا ہوگا کہ تقریباً چھ بجے ان میں سے اکثر

کپڑے پہن کر دوبارہ تلاش شروع کرنے کو تیار ہو گئے مگر جب ڈیوک کے خادم خاص پیچلے نے آکر اطلاع دی کہ آقا اب تک واپس نہیں ہوئے۔ تو ہر شخص کی صورت سے بے چینی ظاہر ہونے لگی۔ بعض آدمی ہال میں جمع ہو کر اس بات کا فیصلہ کر ہی رہے تھے۔ کہ ہمیں کن اطراف میں جا کر گم شدہ بیگم کے ساتھ عدم پتہ آقا کو بھی تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ ایک عجیب قسم کی آواز جس میں چیخنے اور کراہنے کی آوازیں ملی ہوئی تھیں۔ باہر سے ان کو سنائی دی۔ ابھی تک محل سرائے کے سب دروازے بند تھے۔ کیونکہ بدمعاش دربان رات بہت دیر جاگنے کی وجہ سے اب تک پڑا سوتا تھا۔ نوکروں نے کان لگا کر سنا آواز برابر جاری تھی۔ گاہ بگاہ کتے کے بھونکنے کی سی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ گو یہ بھی اس پہلی آواز کی طرح بہت مدھم اور ہلکی ہوتی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے کسی کتے کی آواز ہے"۔ ایک نے کہا۔

"میں کہتا ہوں ضرور پلوٹو ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"چلو دربان سے کنجیاں لا کر دیکھیں معاملہ کیا ہے؟" تیسرے نے کہا۔

اور اب ہر شخص میں اک جوش سا پیدا ہو گیا۔ کیونکہ از خود یہ خیال ہر شخص کے دل میں جاگزین ہو گیا تھا۔ کہ ضرور کوئی خطرناک واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ گو سر دست کسی طرح کے قیاسات قائم کرنا قبل از وقت تھا۔

دربان سے کنجیاں لا کر دروازہ کھولا گیا۔ تو پلوٹو دردناک حالت میں رینگتا ہوا اندر آیا۔ وہ اس طرح دُم کو آہستہ آہستہ ہلاتا تھا۔ گویا آخر کار داخلہ کی اجازت ملنے پر خوش ہو رہا ہے۔ غور سے دیکھا تو اس کا جسم کئی مقامات پر زخمی تھا۔ اور آنکھوں میں جو عام طور پر روشن اور چمکدار ہوتی تھیں اس وقت موت کی سی جھلک پائی جاتی تھی۔ کوئی چیز اس کے منہ میں تھی۔ اور گو بظاہر صد درجہ تھکا ہوا تھا۔ مگر ہال میں داخل ہو کر فوراً ہی زمین پر لیٹنے کی بجائے بڑی تکلیف سے چلتا ہوا کبھی ایک کبھی دوسرے نوکر کے پاس جاتا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ان میں سے ہر ایک کے منہ کی طرف دردناک انداز سے دیکھنے لگتا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ذہین و وفادار حیوان اگر بول سکتا تو نامعلوم کیا قصہ اُن سے بیان کرتا۔

"غریب زخمی ہو رہا ہے" کئی نوکروں نے یک زبان ہو کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر شخص کی آنکھوں سے خوف کا اظہار ہونے لگا۔ اب تک ڈیوک کے واپس نہ آنے سے جو تشویش ان کے دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔ اب اس نے اور بھی تقویت حاصل کی۔ اور ہر شخص کے دل میں گمان پیدا ہوا۔ کہ خدانخواستہ

آقا کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ یا کسی نے قصداً انہیں گزند پہنچایا ہے۔ اس کے بغیر کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ کتا اس حالت میں اکیلا واپس آتا۔

"مگر دیکھو تو اس کے منہ میں کیا ہے۔" نوکروں میں سے ایک نے یکایک کہا۔

اس موقعہ پر لارڈ کلینڈن اور اس کا خادم ٹریورس دونوں ہال میں داخل ہوئے۔

"ارر ر! اس کتے کو کیا ہوا؟" لارڈ کلینڈن نے پلوٹو کو اس حالت میں دیکھ کر تعجب سے کہا۔ زخمی حیوان ضعف و نقاہت سے وہیں اس کی نظروں کے سامنے فرش زمین پر لیٹ گیا۔ اور آنکھیں اس طرح بند ہو گئیں۔ گویا مر رہا ہے۔ دفعتاً لارڈ کلینڈن نے اس خوفناک خیال کے زیر اثر جس کا احساس نوکروں کو ہوا تھا۔ چونک کر کہا۔ "مگر ڈیوک کہاں ہیں؟"

"مائی لارڈ کچھ معلوم نہیں۔" لیچلے نے افسوسناک آواز سے کہا۔ "مگر اندیشہ ہے . . ."

"تو کیا وہ اب تک واپس نہیں ہوئے؟" کلینڈن نے چونک کر پوچھا۔ "ہائے! چچا جان آپ کہاں ہیں!"

معلوم ہوتا تھا اس کے دل پر اس خبر کا بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ پھر یکایک اس نے کہا۔ "دیکھو تو کتے کے منہ سے کیا گرا ہے؟"

"مائی لارڈ۔ کپڑے کا ٹکڑا ہے۔" نوکروں میں سے ایک نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

معلوم ہوتا ہے کسی کوٹ کی دھجی ہے۔" دوسرے نے کہا۔

الٰہی یہ باتیں کیا معنی رکھتی ہیں؟" تیسرے کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"مجھے ڈر ہے کہ بڑی سرکار کو ضرور کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا ہے۔" لیچلے نے کانپتے ہوئے کہا۔

"دیکھو۔ سب آدمی اطراف میں دوڑو۔" لارڈ کلینڈن نے جوش کی حالت میں کہا۔ "میں خود گھوڑے پر شاہراہ کی طرف جاتا ہوں۔ ٹریورس . . . ٹریورس سنتے نہیں کیا! . . . ارے کہاں گیا۔ ابھی ابھی تو یہاں کھڑا تھا۔"

مگر ٹریورس اس وقت ہال سے چلا گیا تھا۔ لارڈ کلینڈن اپنے کمرہ میں گیا۔ تو دیکھا ٹریورس وہاں موجود تھا۔

ڈیوک کے خادموں نے فوراً لارڈ کلینڈن کے حکم کی تعمیل کی۔ ہر شخص ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ کچھ آدمی تنہا اور کچھ دو دو کی جماعتوں میں روانہ ہوئے۔ ایک گھوڑے پر ساز کس کر اسے لارڈ کلینڈن کے لئے تیار کیا گیا۔ اور وہ اس پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔

ڈیوک کا خانساماں اور خادم خاص بیچلے دونوں کراس پرجوش مہم پر روانہ ہوئے۔ اور انہوں نے اس گاؤں کی راہ لی جہاں ڈیوک آدھی رات کو پہلی مرتبہ ناکام واپس آنے کے بعد دوبارہ گیا تھا جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ جگہ محلسرا سے دو میل فاصلہ پر تھی۔ مگر انہوں نے صرف چند سوگز فاصلہ طے کیا تھا کہ اس قسم کی آواز سنائی دی جیسے کوئی گھسٹتا۔ ہانپتا اور کراہتا ہوا پیچھے آرہا ہے۔ مڑکر دیکھا تو وہی زخمی کتا بلوٹو تھا۔ معلوم ہوا جس وقت لارڈ کلینڈن کے حکم پر سب لوگ اضطراب میں ادھر ادھر بھاگے تو کتا جو وہیں ہال میں رہ گیا تھا۔ گرتا پڑتا ان کے ساتھ ہولیا۔ اس میں شک نہیں وہ انتہا درجہ کمزور تھا۔ اور آنکھوں میں مردنی کی جھپک پیدا ہو رہی تھی۔ پھر بھی جان باقی تھی۔

"غریب بلوٹو۔ تو بھی اس تلاش میں حصہ لینا چاہتا ہے۔" بیچلے نے وفادار حیوان کو پیار دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھو تو اس کی صورت سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا ہمیں ساتھ چلنے کو کہہ رہا ہے۔" خانساماں نے کہا۔

"بے شک اس کی نگاہ۔ مدھی کراہٹ اور بھدے نکلنے کی ہلکی آواز۔ بے معنی نہیں۔"

"چلو اس کے ساتھ ساتھ چلیں۔"

کتا دونوں کے آگے ہولیا۔ ہرچند کہ زخموں سے نڈھال تھا۔ مگر اب بڑے استقلال سے ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کسی فرض خاص کی انجام دہی کے لئے اپنے قوائے ضعیف سے پوری طرح کام لے رہا ہے۔ اس کے باوجود منہ سے چیخنے اور کراہنے کی آواز مسلسل سنائی دیتی تھی خانساماں اور بیچلے کو موجودہ حالت میں یہ آواز صدائے شیون معلوم ہوتی تھی۔

خیر اسی طرح حیوان و انسان ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ مگر جتنا آگے چلتے تھے۔ بلوٹو کی رفتار تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ اس کی آواز زیادہ دردناک اور نگاہ زیادہ التجا آمیز ہوتی گئی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ مڑکر ان کی طرف دیکھتا گویا ساتھ چلے آنے کی استدعا کرتا ہے۔ اور پھر آگے ہو لیتا تھا۔ خود ان کے دلوں کی یہ کیفیت تھی۔ کہ محسوس کرتے تھے ہر قدم ہم کو کسی ہولناک راز کے آخری انکشاف سے قریب تر لا رہا ہے۔ یکایک بلوٹو دوڑ کر آگے بڑھا اور سڑک کے موڑ پر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ دونوں آدمی ساتھ آتے ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گیا۔

چند منٹ کے عرصہ میں جب خانساماں اور بیچلے اس موڑ پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سڑک کے کنارہ ایک جوہڑ کے پاس کالے رنگ کی کوئی چیز پڑی ہے۔ بلوٹو اس قسم کی صدائے ماتم پیدا کرتا

ہوا جیسے کوئی بین کر رہا ہو۔ اس کے پاس بیٹھا تھا۔ دونو خادم پاس گئے۔ تو جو کچھ انہوں نے دیکھا۔ اس سے پیروں تلے کی مٹی نکل گئی۔ ان کے آقا ڈیوک آف مارچ مونٹ مردہ و مقتول سامنے پڑے تھے۔ ایک خنجر جس سے بظاہران پر وار کیا گیا شانوں کے درمیان گڑا ہوا تھا۔ اور بدنصیب امیر جوہڑ کے کنارے اس طرح منہ کے بل پڑا تھا کہ ایک بازو ٹھنک کر گدلے پانی میں لٹکا ہوا تھا۔

اس ہولناک نظارہ کو دیکھ کر دونو خادموں پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر وہ اسی جگہ جم کر کھڑے رہے۔ مگر جلدی ہی سنبھل کر انہوں نے لاش کو سہارا دیا۔ شرارہ ہستی نامعلوم کب کا بجھ چکا تھا مگر لاش کا سرد ہونا ظاہر کرتا تھا۔ کہ ڈیوک کو مرے ہوئے کئی گھنٹے ہو گئے۔

"افسوس! آقائے نامدار ہمیں برباد کر گئے!" بیچلے نے اس حالت میں کہا کہ آنکھوں سے سیلاب اشک بہ رہا تھا۔

"ہے! ہے! اس کی کسے خبر تھی!" خانساماں نے افسردگی سے کہا۔ اور دونو نے آہستہ سے لاش کو پھر زمین پر رکھ دیا۔

نگلاب ایک نہایت موثر۔ جانکاہ اور جگر پاش واقعہ ظہور میں آیا جس وقت دونو نوکروں نے مل کر لاش اٹھائی تو وفادار کتا امید و بیم کی حالت میں کبھی ایک کبھی دوسرے کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ گویا زبان حال سے پوچھتا تھا۔ کیا ہمارے آقا زندہ اور صحیح سلامت ہیں؟ مگر جب انہوں نے لاش کو دوبارہ فرش پر رکھ دیا۔ تو پلوٹو نے ایک لمبی مدھم۔ دردناک چیخ ماری اور اس کے بعد لاش کے پاس ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھا۔

اس واقعہ سے نوکروں کا رنج و غم تازہ ہو گیا۔ اور وہ زار زار رونے لگے۔ تھوڑی دیر اسی طرح چپ چاپ کھڑے رہنے کے بعد آخر کار بیچلے نے خنجر کو جو لاش میں دور تک گھبا ہوا تھا۔ زور سے کھینچ کر نکالا۔ اور اسے رومال میں لپیٹ دیا۔ اتنے میں گھوڑے کے سرپٹ دوڑے آنے کی آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر میں لارڈ کلینڈن موقع پر آپہنچا۔

"الٰہی! کیا ماجرا ہے!" اس نے جھٹ گھوڑے سے کود کر لاش کے پاس دوزانو ہوتے ہوئے کہا۔ "افسوس! چچا جان کو مہلک حادثہ پیش آیا۔۔۔!"

"سرکار حادثہ نہیں۔ قتل کی واردات ہے۔" خانساماں نے عرض کیا "کسی شخص نے ان کو بڑی سنگدلی اور بے رحمی سے قتل کر دیا ہے۔"

"قتل!" لارڈ کلینڈن نے چونک کر کہا۔ اور اس کے چہرہ کی بدحواسی اور دم رکنے کی حالت ظاہر

کرتی تھی مگر اسے اس واقعہ سے کتنا ہماری صدمہ ہوا ہے "نگران کو زخم کہاں آیا ہے ؟ مجھے نظر نہیں آتا"
ایسا ہونا تعجب خیز نہ تھا ۔ کیونکہ نوکروں نے لاش کو پیٹھ کے بل رکھ دیا تھا ۔

"دیکھیے سرکار ۔ یہ وہ مہلک ہتھیار ہے ..." اور یہ کہتے ہوئے بیچلے نے رومال میں لپٹا ہوا خنجر جیب سے نکالا ۔

"خنجر ! ... برٹرام کا ! ..." کلیبنڈن کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا ۔

"ہیں ! کیا یہ مسٹر برٹرام کا خنجر ہے !" دونوں نوکروں نے یکزبان ہو کر ناقابل بیان خوف ظاہر کرتے ہوئے کہا ۔

"ارے ! کیا میں نے برٹرام کا نام لے دیا ؟" کلیبنڈن نے فوراً اپنی غلطی سے خبردار ہو کر کہا "نہیں نہیں ... مجھ سے بھول ہو گئی ... میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں ... یہ کب ممکن ہے کہ اس واقعہ کو ... مگر نہیں ۔ میں نے برٹرام کا لفظ نہیں کہا ۔"

نوکروں کے چہروں سے اب تک خوف کا اظہار ہو رہا تھا ۔ مگر اب اس میں رنج و پریشانی کی آمیزش بھی تھی ۔ دونوں اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ لارڈ کلیبنڈن نے پہلے بے خبری میں سچی بات کہہ دی مگر اب بھائی کو اس ہولناک الزام اور اس کے نتائج سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے ۔

"اچھا میں اب محلسرا میں جا کر اماں کو اطلاع کرتا ہوں" لارڈ کلیبنڈن نے بات ٹالنے کے لیے کہا "یا ٹھہرو ... اب مجھ سے گھوڑے پر نہ بیٹھا جائے گا ... میری طاقت زائل ہو گئی ہے ۔ تم میں سے ایک آدمی جائے میرا فرض ہے کہ یہاں ٹھہر کر بھائی کی لاش کی حفاظت کروں ..."

ڈیوک کا خادم خاص بیچلے گھوڑے پر سوار ہو کر محل کی طرف روانہ ہوا ۔ نوکروں میں سے اکثر اب تک آقا اور بیگم کی تلاش میں ادھر ادھر مارے پھرتے تھے ۔ مگر بعض جو دن چڑھے تک سوتے رہے ۔ نیز بیگم کی خواصیں وہیں تھیں ۔ جب انہوں نے بیچلے کی زبانی ڈیوک کے قتل کی خبر سنی ۔ تو سب کے چہروں سے بدحواسی ظاہر ہونے لگی ۔ سب کے دل رنج و ملال سے بھر گئے ۔

فوراً ایک گاڑی تیار کرائی گئی ۔ اور بیچلے اسے ساتھ لے کر اس مقام پر پہنچا جہاں ڈیوک کی لاش لارڈ کلیبنڈن اور خانساماں کی حفاظت میں رکھی ہوئی تھی ۔ لاش کو بڑے احترام سے گاڑی میں رکھا گیا ۔ اور وہ ماتمی گاڑیوں کی طرح آہستہ آہستہ محل کو واپس ہوئی ۔ جو نوکر اب تک ڈیوک اور ڈچس کی تلاش میں سرگرداں تھے ... اور ان میں لارڈ کلیبنڈن کا خادم خاص ٹریور بھی شامل تھا ... وہ چند گھنٹے بعد ایک ایک کر کے واپس آئے تو یہ جانکاہ خبر معلوم ہوئی ۔

اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غریب ہولڈ کی لاش کو بھی محل سرا میں لے گئے۔ جہاں ایک سلونزی سے اس کے زخم کو صاف کرانے کے بعد اسے پائین باغ میں پھولوں کے کنج کے پاس دفن کر دیا گیا۔

اگلے روز دیہات کا افسر مرگ مقتول ڈیوک کی لاش کی تحقیقات کرنے کے لئے اوک بینڈٹس میں وارد ہوا۔ اس تقریب پر ایک جیوری مرتب ہوئی جس میں زیادہ تر ڈیوک کے مزارعین اور گاؤں کے اور لوگ شامل تھے۔ گواہوں میں سے خانساماں اور بیچلے نے بیان کیا کہ لاش ایک جوہڑ کے پاس ملی تھی۔ خنجر بھی پیش ہوا اور بیچلے چونکہ نہایت ایماندار نوکر تھا۔ اور خواہ کچھ ہو۔ ادائے فرض سے ہرگز کوتاہی نہ کرتا تھا۔ اس نے ضمناً اس بات کا واقعہ کا حال بھی کہہ دیا کہ جب لارڈ کلینڈن نے آتے ہی خنجر دیکھا تو ان کے منہ سے اپنے بھائی کا نام نکلا تھا۔ جیس اور برٹرام کے عشق کے چرچے پہلے ہی دیہات میں پھیل چکے تھے۔ ایسے حالات میں افسر لوگ اور اراکین جیوری کے دلوں میں یہ خیال جاگزین ہونا ذرا بھی حیرت خیز نہ تھا۔ کہ ڈیوک کا قاتل اس کے چھوٹے بھتیجے کے سوا اور کوئی نہیں۔

لارڈ کلینڈن ... یا جیسا آئندہ ہمیں اس کو یاد کرنا چاہئے ڈیوک آف مارچ مونٹ۔ کیونکہ چچا کے لاولد مرنے کے بعد جائداد اور خطاب کا وارث اب وہی تھا ... افسر مرگ کے سامنے پیش ہونے سے ہچکچاتا تھا۔ مگر قانون سے مجبور ہو کر حاضر ہونا پڑا۔ مگر جب وہ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں افسر مرگ کا اجلاس تھا۔ تو چہرہ کا رنگ اڑا ہوا اور اس پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک ہر شخص کو اس کے سسکیاں لینے کی آواز صاف طور پر سنائی دی۔ افسر مرگ نے خود اپنی اور اراکین جیوری کی طرف سے کہا "ایسے رنج دہ حالات میں آپ کو شہادت پر مجبور کرنے کا اس عدالت کو سخت افسوس ہے۔ مگر چونکہ فرض کی انجام دہی بہرحال لازم ہے۔ اس لئے طوعاً و کرہاً آپ کو تکلیف دی گئی۔"

حلف لینے کے بعد افسر مرگ نے موجودہ ڈیوک آف مارچ مونٹ سے کہا "میں آپ سے ایک ایسا سوال پوچھنا چاہتا ہوں جس کی نسبت اندیشہ ہے کہ آپ کے لئے باعث ملال ہوگا۔ مگر چونکہ آپ اس وقت حلف پر ہیں۔ اس لئے اس کا صحیح جواب دینا آپ پر لازم ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ یہ خنجر کس کا ہے؟"

"کیا میں اس سوال کا جواب دینے پر مجبور ہوں؟" ہیو نے پوچھا۔ اس وقت اس کی صورت سے انتہائی پریشانی اور اضطراب ظاہر تھا اور الفاظ بمشکل اس کی زبان سے نکلتے تھے۔

"ہاں۔ اس کا جواب دینا آپ کا فرض ہے۔" افسر مرگ نے کہا۔

"تو مجبوری کی حالت میں مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے مری ہوئی آواز سے کہا کہ یہ خنجر میرے ... بدنصیب ... میرے بھائی کا ہے ..."

"جس کا نام برٹرام تھا؟" افسر مرگ نے پوچھا۔

ڈیوک آف مارچ مونٹ نے سر کو بصورت اثبات حرکت دی۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ اور اس نے فرط غم سے چہرہ دونو ہاتھوں سے ڈھک لیا۔

"مائی لارڈ اب فرمایئے اپنے بھائی سے آپ کی آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟" افسر مرگ نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"پرسوں شام اوک لینڈس کے پاس والے گاؤں میں۔" ڈیوک نے جواب دیا۔

"اس وقت اس کی ذہنی حالت کیسی تھی؟"

"وہ بہت جوش کی حالت میں تھا۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "کیونکہ بعض حالات اس قسم کے پیش آئے تھے ... مگر ان حالات کی کیفیت بیان کرنا یقیناً لاحاصل ہوگا۔ یقیناً وہ چرچے آپ نے بھی سنے ہوں گے۔ بہرحال بھائی اپنی بے گناہی پر زور دیتا تھا ..."

"اچھا تو جس وقت آپ واپس آئے وہ گاؤں میں تھا؟" افسر مرگ نے دریافت کیا۔

"نہیں" ڈیوک نے جواب دیا "میں نے سرائے میں اس سے مل کر تسکین وتشفی کی بہت کوشش کی۔ مگر جب اسے معلوم ہوا کہ ڈچیس محل سرا سے کسی طرف کو چلی گئی ہے۔ تو اس کی حالت وحشت ناک ہوگئی افسوس! میرا خیال ہے اس کا دماغ چل گیا۔ اور وہ شدت غم سے دیوانہ ہوگیا۔ مگر اس کے باوجود ... اس کے باوجود میں نہیں مانتا کہ اس نے ایسا خوفناک جرم کیا ہوگا۔"

"بس مائی لارڈ تشریف لے جایئے ہمیں اب آپ سے اور کوئی سوال نہیں پوچھنا ہے۔" افسر مرگ نے کہا۔

ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر عدالت کو سلام کیا۔ اور جب آہستہ چلتا ہوا کمرہ سے رخصت ہوا تو حاضرین میں ہر شخص کو اس سے دلی ہمدردی تھی۔

اگلا گواہ گاؤں کا سرائے دار تھا جس نے حلفیہ بیان کیا۔ کہ قتل کی رات سے پہلی شام کو برٹرام قریباً تین گھنٹے میری سرائے میں ٹھیرا۔ وہ سخت جوش کی حالت میں تھا۔ اور آخرکار اسی مجذوبانہ صورت میں بھاگ کر کسی طرف چلا گیا۔ مگر اس کا مفصل حال ڈیوک نے عدالت سے بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اعادہ لاحاصل ہے۔ اس کے بعد دونو خادماؤں کے باری باری بیانات ہوئے۔ جنھوں نے کہا محل کے

جس کمرہ میں، برٹرام ٹھیرا ہوا تھا۔ اس کا سامان درست کرتے ہوئے یہ خنجر ہم نے بعض اور عجائبات میں ملا ہوا دیکھا تھا۔ جنہیں برٹرام اپنے ساتھ ممالک متحدہ امریکہ سے لایا تھا۔ جو خدمتگار برٹرام کے پاس ہاکرتا تھا۔ اس نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ برٹرام نے ایک موقعہ پر یہ خنجر مجھے دکھا کر کہا تھا۔ کہ ایک زمانہ میں یہ امریکہ کے اصلی باشندوں کے کسی سردار کے پاس ہوا کرتا تھا۔ مگر چونکہ وہ برٹرام کے واشنگٹن سے روانہ ہونے سے چند ماہ پہلے مرگیا تھا۔ اس لئے خنجر اس کے ہاتھ آیا۔ خنجر کی بناوٹ خاص قسم کی تھی۔ اس لئے جو شخص ایک بار اُسے دیکھ لے۔ وہ بآسانی بھول نہ سکتا تھا۔

اسی سلسلہ میں کتے کی نسبت بھی مختلف گواہوں کے بیانات ہوئے۔ معلوم ہوا کہ پلوٹو کو پستول کی گولی کا زخم آیا تھا۔ لیکن باوجود بڑی جستجو کے پستول کہیں نہ ملا۔ خیال تھا۔ قاتل اُسے اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ کپڑے کی دھجی جو کتے کے منہ سے گری۔ وہ کسی شخص کے کوٹ کا حصہ تھی جس سے اندازہ کیا گیا۔ کہ جس وقت قاتل نے ڈیوک پر وار کیا۔ تو وفادار حیوان اس پر جھپٹا۔ اور اسی موقعہ پر اُسے پستول کی گولی سے زخمی کیا گیا۔ بیانات سے یہ بھی پایا گیا۔ کہ جس وقت برٹرام اوک لینڈس سے رخصت ہو کر سرائے میں گیا۔ تو اس نے اسی کپڑے کا جس کی دھجی پائی گئی۔ سیاہ کوٹ پہنا ہوا تھا!

سارے گواہوں کی شہادتیں ہو چکیں۔ تو افسر مرگ نے اراکین جیوری کے سامنے مقدمہ کا خلاصہ پیش کیا۔ خنجر کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا یہ امر پوری طرح پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ وہ خنجر جس سے ڈیوک کو ہلاک کیا گیا۔ برٹرام کے پاس تھا۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے باقی حالات کی روشنی میں ممبران جیوری بآسانی اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ جرم کا ارتکاب برٹرام نے کیا یا کسی اور شخص نے۔ اس خنجر کو فاسد نیت سے حاصل کرنے کے بعد؟ اپنی تقریر میں افسر مذکور نے یہ بھی کہا۔ یہ امر واقعی حیرت خیز ہے۔ کہ خنجر اس وقت بھی برٹرام کے پاس تھا۔ جب وہ ڈچس کے ساتھ سیر کرتے ہوئے اس سے اظہار عشق کر رہا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب متوفی ڈیوک نے الزا اور برٹرام دونو کو اس حالت میں دیکھا۔ اور اس کے بعد برٹرام حالت جوش میں گاؤں کی سرائے کی طرف روانہ ہوا۔ تو اس کے لئے اپنے کمرہ سے خنجر اٹھا لانے کی مہلت نہ تھی۔ اور گواہوں میں سے کوئی اس معاملہ پر روشنی نہیں ڈال سکا۔ کہ برٹرام کے فرار کے وقت خنجر اس کے کمرہ میں تھا یا نہیں۔ اس کے مقابلہ میں یہ امر یقینی ہے۔ کہ قتل کی واردات اسی خنجر سے ہوئی۔ اب اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ممبران جیوری جیسا مناسب سمجھیں۔ فتوے دیں یعنی یہ کہ کیا قاتل برٹرام تھا۔ یا کوئی نامعلوم شخص؟ خلاصہ پیش کرنے کے بعد افسر مرگ نے معاملہ آخری فیصلہ کے لئے جیوری پر چھوڑ دیا۔

اور ممبران جیوری نے بھی غور و خوض میں بہت وقت صرف نہیں کیا۔ جلدی ہی اتفاق رائے سے فتوئے صادر کیا گیا۔ کہ واردات قتل عمداً کی ہے جس کا ارتکاب برٹرام وین موجودہ لارڈ کلیپٹن نے کیا۔

اوک لینڈس کے رنجیدہ واقعات کی تفصیل اخباروں کے ذریعہ اطراف ملک میں پھیلی تو جیسا عموماً ہوا کرتا ہے۔ کچھ دنوں لوگوں میں ایک عجیب جوش پیدا ہوا۔ کئی روز انہی واقعات کے چرچے رہے مگر رفتہ رفتہ بات دبنے لگی۔ برٹرام کی حراست کے وارنٹ جاری کر دیئے گئے۔ اور وزیر وزارت نے اس کی گرفتاری کے لیئے انعام بھی مشتہر کیا۔ چنانچہ انعامی اشتہار متواتر کئی روز اخباروں میں درج ہوتا رہا۔ پولیس نے سخت جستجو کی مگر سب کوششیں بیکار رہیں۔ ملزم کا کچھ پتہ نہ چلا۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو زمین میں سما گیا۔ یا سمندر میں غرق ہوا۔

اور الزاہ ... ؟ اس کا بھی اس دن کے بعد کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ عام خیال یہی تھا۔ کہ برٹرام اور وہ دونوں مل کر کسی دور دراز ملک کو بھاگ گئے۔ کہ وہاں ہر قسم کے خوف و خطر سے محفوظ اپنے عشق ناجائز کی ہوس پوری کریں۔ اور برٹرام اپنے جرم کی پاداش اور الزا داغ ندامت سے محفوظ رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب - ۱۰

دوستانہ ملاقاتیں

اوک لینڈس کے واقعات جانکاہ کو چندماہ کم ۱۸ سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس عرصہ طویل میں ملزم برٹرام یا مفرورہ الزا کی کوئی خبر۔ کوئی اطلاع۔ کوئی تفصیل معلوم نہ ہوئی۔

ہیپ موجودہ ڈیوک آف مارچ اونٹ کی عمر اب ۳۴ سال کی ہو گئی تھی۔ اور جیسا قدرتی تھا اس میعاد طویل نے اس میں بہت سی تبدیلیاں کر دی تھیں۔ مثلاً اس کے بال جو اس زمانہ میں کہ اول مرتبہ اس کا تعارف ناظرین سے کرایا گیا۔ بھونرے کی طرح سیاہ تھے۔ اب تل چاولی رنگت اختیار کر چکے تھے۔ پیشانی اور آنکھوں کے کونہ پر اس قسم کی سختی نمودار ہو گئی تھی۔ جو نفس پرستی اور شب بیداری کا لازمہ ہوتی ہے۔ چہرہ اتر گیا۔ رنگت زرد ہو گئی۔ خط و خال میں لمبائی آ گئی۔ اور بشرہ سے غرور و تکبر کا اظہار ہونے لگا۔

اڈک لینڈ سر کے ساتھ جائداد نے بے جس کی بدولت اُسے مارچ مونٹ کی نوابی اور جائداد حاصل ہوئی۔ اس کی شادی ہو چکی تھی۔ مگر ابتک شجر نکاح بے ثمر تھا۔ شادی کے وقت موجودہ ڈچس کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ اور چونکہ اب شادی ہوئے بھی پندرہ سال گذر چکے تھے۔ اس لیئے اس کی موجودہ عمر اکتیس سال کے قریب تھی۔ ڈیوک کو کچھ عرصہ اپنے خطاب و جائداد کا وارث پیدا ہونے کی اُمید لگی رہی۔ مگر جب وقت گذرتا گیا۔ اور امید نے یاس کی صورت اختیار کی۔ تو رفتہ رفتہ اس کے دل میں اپنی حسین و جوان بی بی کی طرف سے نفرت پیدا ہونے لگی۔ شروع میں اس نے محض سرسری تغافل کی صورت اختیار کی۔ مگر رفتار زمانہ کے ساتھ اس کے اظہار میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ حتے کہ اب ڈیوک اپنے استکراہ کو چھپانے کی حاجت نہ سمجھتا تھا۔ اور بدنصیب ڈچس بھی اس حقیقت سے بیخبر نہ تھی۔ کہ حالات کیا صورت اختیار کر رہے ہیں۔ ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ دونو الگ کمروں میں رہنے لگے۔ اور گو دنیا کی نظروں میں ان کے تعلقات وہی تھے۔ جو زن و شوہر کے ہونے چاہئیں۔ مگر آپس کا میل ختم ہو گیا۔ ڈیوک شاذ حالتوں میں مکان پر کھانا کھاتا۔ اور اس کے وقت کا بڑا حصہ ان مقامات کی تفریح میں بسر ہوتا۔ جو اسے مرغوب تھے۔ ہرچند کہ عمر کے ابتدائی حصہ میں وہ نہایت مسرف اور فضول خرچ تھا۔ اور جب مارچ مونٹ کی نوابی حاصل ہوئی۔ تو قرض کے بوجھ سے بے حد دبا ہوا تھا۔ لیکن حصول امارت کے بعد اس نے چادر سے پاؤں نکالنا چھوڑ دیا۔ یا ممکن ہے اب خرچ کے آمدنی سے نہ بڑھنے کی وجہ یہ ہو کہ اسے اپنی جائداد سے اس قدر وافر روپیہ حاصل ہوتا تھا جو کسی مسرف عیاش کی ضروریات کے لئے بھی ہر لحاظ سے کافی تھا۔

لندن میں ڈیوک اور ڈچس کے رہنے کا مکان بلگریو سکوئر میں واقع تھا۔ اس عمارت کو جو نہایت فراخ۔ دیدہ زیب اور خوشنما تھی۔ حال میں وسیع پیمانہ پر از سرِ نو آراستہ کرایا گیا تھا۔ نگار خانہ میں اساتذہ قدیم کی بہترین تصاویر جمع تھیں۔ اور کمروں میں وہ تمام بیش قیمت سامان جسے مذاق سلیم پسند کرتا۔ یا دولت خرید سکتی ہے۔ موجود تھا۔ لیکن آرایش و زیبایش کے ان سارے انتظامات میں ڈیوک کی ذات خاص کو ہی دخل تھا۔ ڈچس کے لئے اس کی مطلق العنانی میں دم مارنے کی جائے دم زدن نہ تھی۔ چونکہ وہ فطرتاً نیک۔ حلیم اور اطاعت گذار عورت تھی۔ اس لیئے ان معاملات میں دخل انداز بھی کم ہوتی تھی۔ ان حالات میں اس کی زندگی جس تلخی سے بسر ہوتی تھی۔ اس کی توضیع لاحاصل ہے۔ لیکن وہ شاکر تقدیر اور راضی برضا ہو کر ہر قسم کی تکلیف سہتی اور حرف شکایت زبان پر نہ لاتی تھی۔ شوہر کی عادات سے ایک بار واقف ہو لینے کے بعد اس نے اس کے انتظامات میں دخل اندازی

ہونا چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ کسی بھی معاملہ میں اپنی رائے پر زور دے کر اپنی مشکلات میں اضافہ کی صورت پیدا نہ کرتی تھی۔

خیر اب جون ۱۸۴۸ء کے ابتدائی ایام تھے۔ کہ مارچ مونٹ ہوس کے ایک آراستہ کمرہ کی دیواری گھڑی نے بارہ بجائے اور ڈیوک نے جو تنہا بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا۔ اکتا کر پرچہ ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت اس نے بیش قیمت ریشم کی ڈریسنگ گون پہنی ہوئی تھی۔ جس پر ڈھیلا کر بند بندھا ہوا تھا۔ اخبار رکھ کر وہ دن بھر کی مصروفیتوں اور تفریحات پر غور کر رہا تھا۔ کہ ایک خادم نے حاضر آکر عرض کیا۔ "مسٹر آرمیٹیج تشریف لائے ہیں۔"

اس نام کو سن کر ڈیوک آف مارچ مونٹ کے چہرہ پر کلفت کا اثر ظاہر ہوا۔ جسے اس نے اپنی مضبوط قوت ارادی سے فوراً ہی دبا لیا۔ کیونکہ وہ اس شخص کے روبرو جس کی آمد کی اطلاع دی گئی ذہنی کبیدگی ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ اتنے میں نووارد داخل ہوا۔ اس کی عمر ۵۰ سال۔ قد اوسط۔ بدن فربہی کی طرف مائل اور چہرہ اس قسم کا تھا جس کا دیکھنے والے کے دل پر اچھا اثر نہیں ہو سکتا۔ اس سے خست۔ خود غرضی۔ خود پروری۔ مکروفریب۔ حرص و ہوا۔ ادنے خواہشات اور جذبات بہیمیہ کا اظہار ہوتا تھا اس کے باوجود انداز سے قدرے شرافت بھی ظاہر تھی۔ مگر یہ شرافت ایسی نہ تھی جسے خلقی یا فطری سمجھا جا سکے۔ نہیں۔ یہ ایک متعدی اثر تھا جو شائد اچھی صحبت میں نشست و برخاست کے ذریعہ پیدا ہوا۔ لباس کسی حد تک بھڑکدار تھا۔ کم از کم اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ شخص مرفہ الحال نہیں تو فارغ البال ضرور ہے۔

کمرہ میں آکر مسٹر آرمیٹیج نے ڈیوک کو اس قسم کا سلام کیا جس سے تعظیم و بے تکلفی کا ایک عجیب اشتراک ظاہر ہوتا تھا۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے وہیں بیٹھے بیٹھے سر کو خفیف سا خم دے کر اس کا جواب دیا۔ اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "کیوں آرمیٹیج۔ کیسے چلے؟"

"آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔" ملاقاتی نے جواب دیا "کئی روز سے ایک خانگی معاملہ پہ طبیعت بے چین تھی۔ خیال آیا۔ آپ سے مشورہ کرنا خوب ہوگا۔"

"خانگی معاملہ یہ؟" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے قدرے تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "کیوں بھئی وہ کیا معاملہ ہے؟ میرا خیال ہے آج پہلی بار تم اپنے خانگی معاملات لے کر میرے پاس آئے ہو۔ اور یوں بھی مسٹر آرمیٹیج تمہارے ایسے دور اندیش اور فہمیدہ شخص کو اپنے نجی معاملات خود طے کرنے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے؟"

پھر بھی مائی لارڈ۔ کبھی کبھی انسان دوسروں کی رائے پینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔" آرمیٹیج نے کہا "بڑے سے بڑے دور اندیش اور فہمیدہ شخص کو بعض موقعوں پر کسی ... کسی ... مشیر سے صلاح لینا لازم آتا ہے۔" کسی کے لفظ پر رکنے کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ پہلے "دوست" کا لفظ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ مگر پھر "مشیر" کی اصطلاح ہی بہتر سمجھی۔

"اچھا تو کہو وہ کیا بات ہے؟" ڈیوک نے پوچھا۔ "بارہ بج چکے ہیں۔ اور میں نے ابھی تک باہر جانے کا لباس نہیں پہنا ..."

"میں اس تکلیف کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ مگر آپ کو معلوم ہے۔ میری لڑکی زو کی عمر اب بیس سال کی ہو گئی ہے ..." آرمیٹیج نے کہنا شروع کیا۔

"ارے! کیا وہ اتنی جوان ہو گئی؟" ڈیوک نے لاپروائی سے کہا۔ "ہاں لیکن مجھے اس کو دیکھنے کا اتفاق بھی تو کم ہوتا ہے۔"

"یہ صحیح ہے کہ آپ میرے دعوتی جلسوں میں بہت کم تشریف لاتے ہیں" مسٹر آرمیٹیج نے اپنے لفظوں میں ملامت کا اثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "چنانچہ گذشتہ دو تین سال کے عرصہ میں جب کبھی میں نے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمانے کی درخواست کی تو آپ کی طرف سے عدیم الفرصتی یا ہجوم کار کا عذر ہی پیش ہوتا رہا۔"

"بتاؤ آرمیٹیج اس میں میرا کیا قصور ہے؟" مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ "مگر تم مس زو کا حال کہہ رہے تھے ... بے شک وہ بہت پیاری لڑکی ہے ..."

"جی ہاں اور اس کے ساتھ تربیت یافتہ بھی" آرمیٹیج نے جلدی سے کہا۔ "اس کی تعلیم و تربیت پر میں نے کوتاہ دستی نہیں کی ..."

"مجھے معلوم ہے۔ وہ گانا بجانا خوب جانتی ہے۔" ڈیوک نے کہا۔ "مگر فی الحال تم اس کی نسبت کیا کہہ رہے تھے؟"

"دیکھئے میں عرض کرتا ہوں۔" آرمیٹیج کہنے لگا۔ "آپ کو معلوم ہے میری بی بی زو کی ماں کا انتقال بہت مدت گذری ہو گیا تھا۔ ایسے حالات میں لڑکی کی نگرانی کا فرض مجھی پر عائد ہوا۔ پس جہاں مجھے اس کے حسن و جمال پر فخر اور اس کے کمالات نسوانی پر ناز ہے۔ وہیں اس بات سے کچھ کم مسرت نہیں ہوتی کہ جو کچھ وہ اس وقت ہے۔ وہ میرے پیدا کردہ اثرات ہی کا نتیجہ ہے ..."

"سنو آرمیٹیج۔ خود ستائی کی حاجت نہیں۔" ڈیوک نے قدرے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ کام اور دن کے

لئے چھوڑ دو تو اچھا ہے۔ علاوہ بریں ان باتوں کا مجھ سے واسطہ؟ فرض کرو تمہاری بیٹی میں وہ سب اوصاف موجود ہیں جن کا تم ذکر کرتے ہو اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس کی تکمیل وتربیت تمہاری ہی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے اس معاملہ میں تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس تمہید کی تہ میں کوئی درخواست ضرور ہے۔"

"مائی لارڈ میں اسی معاملہ کی طرف آرہا ہوں۔" آرمیٹج نے جس پر اس ملامت کا بظاہر کوئی اثر نہ ہوا تھا کہا۔ "مجھے ایک مدت سے اپنی عزیز اور اکلوتی لڑکی کی بہتری کا خیال لگا ہوا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ وہ جب سے جوان ہوئی۔ میں اس لئے دعوتی جلسے منعقد کر رہا ہوں کہ اس ذریعہ سے اسکی کسی اچھے گھر میں بات چیت ہو جائے۔ اس میں شک نہیں اکثر نوجوان امیر ان جلسوں میں شریک ہوئے اور انہوں نے وہ ہنسی ٹھٹھا بھی کیا جو باب عشق کی تمہید ہوتا ہے۔ مگر اب تک۔ مائی لارڈ۔ ان میں سے کسی نے بھی . . ."

"تمہاری لڑکی سے اظہار عشق نہیں کیا۔ یہی نا؟" ڈیوک نے اپنے ملاقاتی کے فقرہ کو خود پورا کرتے ہوئے کہا۔ "مگر میں پوچھتا ہوں اس معاملہ میں میں تمہیں کیا مشورہ دے سکتا ہوں؟ یقیناً تم یہ نہیں سمجھتے کہ تمہاری لڑکی کے لئے کوئی امیر شوہر تلاش کرنا میرے بس کی بات ہے؟"

"جی بس۔ یہی بات ہے جس کے لئے میں حاضر خدمت ہوا ہوں۔" مسٹر آرمیٹج نے جلدی سے کہا۔ "واقعی ایسا کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ اور میں عرض کرتا ہوں کیسے . . . دیکھئے جس قدر نوجوان امرا کا میرے ہاں آنا جانا ہے۔ ان سب کو آپ جانتے ہیں . . ."

"ٹھیک" مارچ مونٹ نے قطع کلام کرکے کہا۔ "اس لئے کہ ان سے تمہاری واقفیت میری ہی معرفت ہوئی تھی۔"

"ہاں بجا فرمایا۔" مسٹر آرمیٹج نے تسلیم کیا۔ "ان سے میری واقفیت آپ ہی کی معرفت ہوئی تھی وہ آپ کے دوست اور شناسا ہیں کلب میں ہر روز آپ سے ملتے ہیں۔ سیر وشکار میں ساتھ رہتے ہیں دیہاتی مقامات اور شکارگاہ میں آپ کے وہاں ان کا اکثر جانا آنا رہتا ہے۔ وہ آپ کے ہم نوالہ وہم پیالہ ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ کی ذات خاص سے ان کو وہی لگاؤ ہے جو اجرام فلکی کو آفتاب سے ہوتا ہے . . ."

"آرمیٹج . . . اس تمہید کا خاتمہ بھی؟" ڈیوک نے اکتا کر پوچھا۔

"جی بس خاتمہ اس پر ہے کہ اپنے احباب میں یہ بات مشتہر کرنا آپ کے اختیار میں ہے کہ مسٹر آرمیٹج ایک مالدار . . . بہت مالدار آدمی ہیں۔ انہوں نے بدقسمتی سے بیوپار میں بے شمار دولت فراہم کی ہے . . ."

"مگر وہ لوگ جن کا تم ذکر کرتے ہو۔ پہلے کب اس حقیقت سے بے خبر ہیں؟" ڈیوک نے پوچھا۔
"بے شک نہیں۔" مسٹر آرمیٹیج نے کہا۔ "مگر اس کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ کہ لڑکی کی شادی پر میں ۶۰ ہزار پونڈ جہیز بھی دوں گا۔ جیسا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اس قسم کا اعلان میرے منہ سے غیر ممکن ہے مگر آپ بسہولت باتوں باتوں میں احباب سے اس کا ذکر کر سکتے ہیں۔ اور گو جو کچھ آپ کہیں گے۔ وہ برسبیل تذکرہ ہوگا۔ تاہم سننے والے کو ضرور اس سے کان ہو جائیں گے۔ اور آپ کے نوجوان دوستوں میں سے کسی کی توجہ اگر اس امر خاص پر مبذول ہوگئی . . ."
"تو بس تمہاری فتح ہے۔ کیوں؟" ڈیوک نے کہا۔ "بہت اچھا۔ مان لو کہ میں نے ایسا کیا۔ مگر کچھ اس کا بھی خیال ہے کہ یہ نوجوان اکثر حالتوں میں اپنے والدین کی چھوٹی اولاد میں۔ نہ ان کے پاس اپنی جتھا ہے۔ نہ ورثہ کی امید۔"
"ہاں مگر ان کے سرمایہ یا ورثہ کی پرواہ بھی کیا ہے۔ جب خدا کا دیا سب کچھ میرے پاس ہے؟" آرمیٹیج نے جلدی سے کہا۔ "صاف پوچھئے تو مجھے اپنی لڑکی کو انگلستان کے کسی بھکاری نواب سے بیاہ دینا منظور ہے۔ پر کسی بے خطاب مالدار سے اس کی شادی کسی حال میں ممکن نہیں۔"
"خیر تو اگر تمہاری آنکھ لارڈ کے خطاب ہی پر ہے۔ تو پھر یہ کام بہت دشوار نہیں۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا۔
"بے شک نہیں۔ ضرورت صرف آپ کی امداد کی ہے۔" مسٹر آرمیٹیج نے کہا۔ "کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ آپ میری تجویز کے مطابق . . .؟"
"ہاں۔ ہاں۔ میں بہت جلد اس معاملہ کو جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اپنے دوستوں کے گوش گذار کر دوں گا۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ "مگر ایک دقت اور آپڑی ہے۔ یعنی تم نے جس نوجوان کو پسند کیا۔ وہ اگر مس زد کو ناپسند ہوا اور وہ اس سے محبت نہ کر سکی۔ پھر کیا ہوگا؟"
"اس بارہ میں خاطر جمع رکھئے۔" مسٹر آرمیٹیج نے کہا۔ "زد بڑی فرمانبردار۔ اطاعت گذار اور نیک لڑکی ہے۔ وہ یقیناً کوئی بات میری منشا کے خلاف نہ کرے گی۔"
"خیر مان لو کہ سب انتظام تمہاری مرضی کے مطابق ہوگیا۔" ڈیوک نے کہا۔ "مگر شادی کے بعد اگر کوئی خرابی ظہور میں آئی۔ یعنی تمہارے داماد نے جہیز کا روپیہ لہو ولعب میں برباد کر دیا۔ یا تمہاری بیٹی کو اس سے کوئی تکلیف ہوئی۔ پھر؟"
"مائی لارڈ میں سب انتظامات شادی کے وقت ہی مکمل کروں گا۔" آرمیٹیج نے جلدی سے کہا۔

"فرض کیجیے وہ نوجوان جس سے لڑکی شادی ٹھیری قرض میں دبا ہوا ہو۔ میں ایک حد تک اس کی رقوم ادا کردوں گا۔ اور اس کی جیب خرچ کے لئے کافی رقم ... اندازاً ایک ہزار سالانہ دیتا رہوں گا۔ ساٹھ ہزار کی رقم جو میری لڑکی کے نام سے جمع ہوگی۔ اس کا سود علاوہ ہوگا۔ اس سے نوجوان مذکور کو کافی آمدنی ہوتی رہے گی۔ اور میرے انتقال پر دوگنے کی امید ہوگی۔ فرمائیے۔ کیا یہ معقول نہیں؟"

"کم از کم واضح بہت ہے۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "اور چونکہ تم اس بات پر تلے ہوئے ہو کہ تمہاری لڑکی کی شادی کسی خطاب یافتہ امیر ہی سے ہو۔ خواہ وہ امیر کوئی ہو۔ اس لئے میرا فرض اس معاملہ میں بہت مشکل نہیں۔"

"اس نوازش اور آپ کی سابقہ عنایات کے لئے میں پھر ایک بار تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں"

آرمیٹج نے کہا اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

چلتے وقت اس نے پھر وہی نیم مودبانہ۔ نیم بے تکلفانہ سلام کیا۔ مگر جب اس کے چلے جانے پر دروازہ بند ہوا تو ڈیوک کے چہرہ پر نفرت وحقارت کے آثار نمودار ہو گئے۔ جنہوں نے جلدی ہی اس خیالات رنج وغصہ کی صورت اختیار کی کہ اس کو جو ایک خاندانی امیر تھا۔ ایک بازاری سٹہ باز کی اولو العزم خواہشات کی تکمیل میں اعانت کا شرمناک فرض ادا کرنا پڑا۔

مسٹر آرمیٹج کو رخصت ہوئے بہت دیر نہ گذری تھی۔ اور ڈیوک اپنی جگہ سے اٹھ کر تبدیل لباس کے لئے دوسرے کمرہ میں جا رہا تھا کہ دروازہ پھر کھلا اور خادم نے عرض کیا لارڈ آکیٹوین میریڈیتھ تشریف لائے ہیں۔

نو وارد کی عمر قریباً بائیس سال اور وہ بہت شکیل منہ لگتا جوان تھا۔ متوسط قامت چھریرا بدن اور خط وخال نہایت موزوں تھے خلقی لاغری کی وجہ سے فی حقیقت سے دراز معلوم ہوتا تھا بال قدرتاً خم کھائے ہوئے گھنے اور بھورے تھے۔ مگر ان کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ چہرہ پر کم سنی کے آثار نمودار تھے۔ مگر چھوٹی چھوٹی مونچھیں اور خوشنما گلمچھے مردانہ رعب و وقار پیدا کرتے تھے خط وخال یونانی وضع کے آنکھیں گہری نیلی اور اتنی شفاف اور چمکدار تھیں جیسی کسی فیاض دل۔ صاف باطن۔ نیک نہاد شخص کی ہونی چاہئیں۔ انداز نشست۔ اخلاق پسندیدہ مگر اطوار سے اس قسم کا کسل خفیف ظاہر ہوتا تھا جسے عیش پسندی کا لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال اس میں بھی کسی تصنع کو مطلق دخل نہ تھا۔ آواز خوشگوار۔ لہجہ خوش آئند اور طرز کلام دل آویز تھا۔ جس وقت گفتگو کرتا۔ تو اس کی ذہانت کی خوبیاں اس کی سریلی آواز میں شامل ہو کر اور زیادہ اثر فرحت پیدا کرتی تھیں۔ یہ شخص

مارکوئیس آف ٹینشرسٹ کے تین بیٹوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ خود مارکوئیس اس کا باپ نہایت دولتمند مگر انتہا درجہ بخیل و خسیس تھا۔ قدرتاً جائیداد کا وارث اس کا فرزند اکبر تھا۔ دوسرا بیٹا جس کی عمر چھبیس سال کے قریب تھی۔ فوج میں لفٹننٹ کرنل کے عہدہ پر مامور تھا۔ اور آکٹیوین یعنی وہی نوجوان جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اور جو باقی دو بھائیوں سے چھوٹا تھا اُسے کلیسا کی تربیت دی گئی تھی۔ مگر بعض وجوہ سے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ اس نے اس صیغہ زندگی میں کامیابی کا خیال دل سے نکال دیا تھا۔ اور اس وقت جب ہم نے اس کا ناظرین سے تعارف کرادیا ہے۔ اس کا تعلق کسی خاص پیشہ یا کام سے مطلق نہ تھا۔

لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ فطرتاً ایک باصول عزت دار جوان تھا۔ اس میں وہ تمام عقلی و ذہنی اوصاف پائے جاتے تھے۔ جن کی بدولت کوئی شخص دنیا میں نمود و شہرت حاصل کر سکتا ہے۔ مگر جب اُسے کالج میں داخل کیا گیا۔ تو باپ نے اخراجات میں حتے الامکان خست برتی۔ مارکوئیس کا بیٹا اور ذاتی طور پر لارڈ ہونے کی وجہ سے اس کے لیے ظاہری شان قائم رکھنا لازم تھا۔ مگر جب گذارہ لائق خرچ نہ ہو تو ظاہرداری کیونکر رہے؟ ایسے معاملات میں نوجوانوں کے اندر جو کمزوری پائی جاتی ہے۔ وہ محتاج توضیح نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ احساس اکثر اوقات ان کے بہتر جذبات پر غالب آجاتا ہے چونکہ نوجوانوں کی فطرت میں سب سے کمزور پہلو یہی ہوتا ہے۔ اس لیے والدین کا فرض ہے۔ کہ وہ سب سے زیادہ اس کا خیال رکھیں۔ کہ مخالف اثرات اس پہلو سے ان کی اولاد کے اعلےٰ اصولوں کے لئے باعث ضرر نہ ہوں۔ خیر جیسا ہم نے بیان کیا آکٹیوین کو چونکہ کالج میں گذارہ لائق خرچ نہ ملتا تھا جس سے وہ ظاہری شان برقرار رکھتا۔ اس لیے جلد ہی مقروض ہو گیا۔ مگر آدمی چونکہ عزت دار تھا۔ اس لئے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ جس شخص سے جس وقت روپیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے مطالبات اسی موقعہ پر پورے کئے جائیں۔ لیکن روپیہ کی ضروریات روپیہ سے ہی پوری ہو سکتی ہیں۔ ایمانداری اور نیکی کا نعم البدل نہیں ہوتی۔ مجبور ہو کر اس نے باپ کے نام ایک خط لکھا جس میں سب حالات صاف صاف بیان کر دیے۔ مارکوئیس کی جگہ کوئی سمجھدار اور دور اندیش شخص ہوتا تو بیٹے کی صاف گوئی کی قدر کرتا۔ مگر اس نے یہ کیا۔ کہ اپنے وکیل کو آکسفورڈ بھیجکر قرضخواہوں کو تھوڑی تھوڑی رقوم سے ٹالنے کی کوشش کی۔ دوکاندار بضد ہوئے۔ مگر وکیل صاحب نے شانوں کو حرکت دے کر کہا کہ اگر اتنا نہیں لوگے جو دیا جاتا ہے۔ تو پھر ایک پائی بھی ملنے کی امید نہیں۔ جو جی میں آئے کرنا۔ مارکوئیس ہرگز اس کے لئے تیار نہیں کہ تم ایک نابالغ

لڑکے کی بے سمجھی سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اور وہ تمہارے مطالبات پورے کرتے پھریں۔ دوکانداروں نے جب معاملات کی یہ صورت دیکھی۔ تو ناچار جھک گئے۔ رقوم اونے پونے کر کے ادا کی گئیں اور آئیندہ کے لئے ہدایت ہوئی کہ اگر آکٹیوین کو کوئی رقم بطور قرض دو گے۔ تو اس کے ذمہ دار خود ہوگے۔ اس سے آکٹیوین کے قرض کا بار تو ہلکا ہوگیا۔ مگر یونیورسٹی میں اس کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے کالکھ کا داغ لگ گیا۔ اب ہر شخص اسے دیوالیہ لارڈ کہا کرتا تھا۔ اس کے ہم جلیسوں میں جو مالدار تھے۔ وہ اس پر پھبتیاں دھرنے لگے۔ اور جو غریب تھے۔ ان کا برتاؤ سرد مہری کا ہو گیا غرض بے چارہ کی حالت سر بسر ناقابل برداشت ہوگئی۔ باپ کو خط لکھا کہ میرے لئے اس کے سوا کوئی اور کام تجویز کیجیے۔ بڈھے امیر نے ہٹ کی بالآخر لارڈ آکٹیوین ذلیل و رسوا ہو کر یونیورسٹی سے واپس چلا آیا۔

باپ کو اطلاع ہوئی۔ تو کئی روز تک اتنے خفا رہے۔ کہ بیٹے کا منہ تک دیکھنا گوارا نہ کیا آخر ملے ہی ملے تو غریب کو وہ جھاڑ بتائی۔ اور اس قدر سختی کا سلوک کیا کہ بے چارہ کے لئے گھر دوسرا آکسفورڈ بن گیا۔ چند ماہ کے عرصہ میں اس کی عمر ۲۱ سال کی ہوئی۔ تو باپ سے درخواست کی کہ میرا وظیفہ مقرر کر دیجیے۔ میں الگ ہوتا ہوں۔ بڈھے مارکوئیس نے جس کا بخل مشہور تھا۔ اس سے صاف انکار کیا۔ اور اب اس کی سختی نے اور زیادہ ترقی کی۔ مگر آکٹیوین کی نسبت پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ ہر قسم کے حالات میں اس نے باپ کی اطاعت گذاری اور فرمانبرداری سے انحراف نہیں کیا ماں کو انتقال کئے بہت عرصہ گذر گیا تھا۔ ورنہ ممکن ہے وہی اس سے ہمدردی کرتی۔ مختصر یہ کہ جب اس کے لئے باپ کے ہاں رہنا دوبھر ہوگیا۔ تو ایک دور کے رشتہ دار کی سفارش اور اثر سے اس نے مارکوئیس سے پانسو پونڈ سالانہ وظیفہ ٹھیرایا۔ اور گھر سے ہمیشہ کو رخصت ہوا۔ چلتے وقت اس نے باپ سے درخواست کی۔ کہ اپنی سفارش سے مجھے فوج میں کوئی عہدہ لے دیجیے۔ یا حلقہ سفارت میں ہی کوئی آسامی حاصل کرا دیجیے۔ مگر بڈھے امیر کو اس بات کا کہ بیٹے نے اپنے طرز عمل سے میری ساری تجاویز کو درہم برہم کر دیا ہے۔ اتنا ملال تھا۔ کہ وہ کسی طرح رضامند نہ ہوا۔ اور چونکہ مزاج کا روز اول ہی سے کٹکھنا مشہور تھا۔ اس لئے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ اب میرا تم سے کسی طرح کا تعلق باقی نہیں۔

آکٹیوین مایوس و ملول گھر سے نکلا۔ اور کرایہ کا مکان لے کر رہنے لگا۔ اسے سن بلوغ میں داخل ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ مگر اتنی سی زندگی میں ہی اس نے دنیا کے صدہا تلخ تجربات

حاصل کر لیئے۔ ذلتیں سہیں۔ دوستوں کے طعنے برداشت کیئے۔ ساری امیدوں کا یاس میں بدلنا دیکھا مگر اس کے باوجود استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ سوچتا تھا۔ اگر کوئی مفید مطلب کام مل جائے تو اس میں ترقی کی صورت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ مگر امر اول کام ملنا تھا۔ ایک ایسے نوجوان کے لیئے جس نے دنیا میں اولیں قدم رکھا ہو۔ اس قسم کی مصیبتوں کا ہجوم جتنا جانکاہ اور روح فرسا ہو سکتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ایسے ہی واقعات انسان کے بہترین اخلاق پر اثر انداز ہو کر اسے جرم و گناہ کی راہ پر لے جاتے ہیں جس کی منزل انتہا بربادی ہے۔ آگسٹین لاکھ اچھا ہو۔ لیکن مضر اثرات سے کہاں تک محفوظ رہتا۔ کرایہ کے مکان میں رہنے سے اس کا تعلق براہ راست اہل شہر سے ہو گیا۔ اس کے دوستوں میں اس کے اپنے طبقہ کے کئی نوجوان تھے۔ ان سے اختلاط بڑھا اور چونکہ آدمی خلیق۔ نیک نہاد اور شریف تھا۔ اس کے علاوہ طبیعت ملنسار واقع ہوئی تھی اس لیئے احباب اس سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے۔ وہ اسے جلسوں میں مدعو کرتے۔ اور چونکہ اسے قلت مایہ کی شکائت درپیش تھی۔ اس لیئے وہ اپنے فیض صحبت کے عوض ان کی میزبانی سے فائدہ اٹھانے میں دریغ نہ کرتا تھا۔ اسی سلسلہ میں اس کی ڈیوک آف مارچ مونٹ سے ملاقات ہوئی آخرالذکر کے تعلقات خانگی چونکہ کشیدہ تھے۔ اس لیئے وہ اکثر اس قسم کے جلسے منعقد کر کے ان میں شہر کے عاشق تن۔ رسیا نوجوانوں کو مدعو کیا کرتا تھا۔ ایسی صحبتوں میں پڑ کر آگسٹین روز بروز عیش پسند ہوتا گیا۔ ایک بار قرض لینے کا مزا چکھنے کے بعد اب وہ اس بلائے بے درمان سے جہاں تک ممکن ہو۔ محفوظ رہنا چاہتا تھا۔ پھر بھی دوستوں کی صحبت میں شب بیداری اور راحت طلبی کا سلسلہ جاری رہا۔ اگر وہ ان کی بزم طرب میں شرکت سے انکار کرتا یا ان کے مشاغل میں شریک ہو کر اوروں سے پہلے رخصت ہوتا تو آئندہ کے لیئے ان کی مجالس کا دروازہ بند ہونے کا احتمال تھا۔ ایسے حالات میں اس غریب کی حالت عجب گومگو کی تھی۔ کیا کرتا۔ کیا نہ کرتا۔ وہ خوب اچھی طرح سمجھتا تھا کہ منزل خطرناک ہے۔ اور ان باتوں سے اس کے اعلےٰ اصول اخلاق کو بھی صدمہ ہوتا تھا۔ گو جیسا امید کی جاسکتی ہے۔ ہر نئی صحبت میں ضمیر کی صدائے ملامت رفتہ رفتہ مدھم ہوتی جاتی تھی۔ تاہم آرزو یہی تھی کہ اس صحبت بد سے کسی طرح گلو خلاصی کی جائے۔ مگر سوال یہ تھا۔ کس طرح؟ دل کی پریشانی اور خیالات کی پراگندگی کتابی مطالعہ سے طبیعت اچاٹ دیتی تھی۔ اور اس کا تو خواب میں بھی خیال نہیں آسکتا کہ ایسا کمسن جوان زندگی کی مشکلات سے پریشان ہو کر کسی دور افتادہ مقام پر عابد گوشہ گیر کی طرح عزلت نشین ہو جاتا۔ بارہا جب ڈیوک آف مارچ مونٹ یا دوسرے احباب کی طرف سے رقعہ دعوت پہنچتا۔ تو آگسٹین

بہت دیر سوچا کرتا۔ کہ اس کا کیا جواب دوں۔ طبیعت شرکت سے بیزار تھی۔ مگر اس کے بغیر چارہ کار بھی نہ تھا۔ مجبوراً جاتا۔ مگر دل میں یہ عہد کر کے کہ آئندہ کبھی نہ جاؤں گا۔ لیکن اس عہد کے ایفا کا اصلی موقعہ نہ آنا تھا نہ آیا۔ نتیجہ یہ کہ لارڈ آکیٹوین میریڈیتھ۔ ایک ہونہار۔ خوش خصال۔ نیک طینت نوجوان جو موقعہ ملنے پر بہترین قابلیت کا اظہار کر سکتا۔ رفتہ رفتہ نادیدہ مگر یقینی طور پر اوباشی کے اس تاریک گڑھے میں گرتا گیا۔ جو لندن کی سنہری زندگی میں ہر ہر قدم پہ موجود ہے۔ اور جس میں بے شمار ہونہار۔ ذہین اور جوشیلی ہستیاں جن کی فطری خوبیاں ہر لحاظ سے قابل ستائش تھیں غرق ہو چکی ہیں۔

ناظرین معاف کریں۔ ہم نے اس نوجوان کے ظاہری اور باطنی اوصاف کی توضیح میں غیر معمولی تفصیل اور طول سے کام لیا ہے۔ مگر ایسا کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ اس شخص نے اس داستان کی سٹیج پر کئی بار آنا اور کئی قسم کے کام کرنا ہے۔

خیر۔ تو یہ شخص تھا جو مسٹر آرمیٹیج کے چلے جانے کے تھوڑی دیر بعد ڈیوک آف مارچ مونٹ کے کمرہ میں داخل ہوا۔

"آئیے آئیے" ڈیوک نے آکیٹوین کا ہاتھ بڑے تپاک سے اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تمہیں کو یاد کر رہا تھا۔ رات شامپین زیادہ پی تو اس کا خمار اب تک نہیں اترا۔ اب سوچتا تھا۔ کہ گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک سیر کرنے جاؤں۔ ۔ ۔ ہاں مگر کیا بات ہے کل تم لارڈ آکسنڈن کی پارٹی میں شریک نہ ہوئے؟"

"اس لئے کہ میں اس وقت مسٹر آرمیٹیج کے ایک جلسہ دعوت میں گیا ہوا تھا۔" میریڈیتھ نے جواب دیا

"آہ! آرمیٹیج ابھی ابھی یہاں سے گیا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں نے انہیں گاڑی پر سوار ہو کر جاتے دیکھا تھا۔ ۔ مگر آدھ گھنٹہ کو آپ میری گذارش توجہ سے کر سن لیں۔ تو پھر میں شوق سے آپ کے ساتھ سیر کو چلوں گا۔"

"ارے! تو کیا کوئی ایسا ہی ضروری معاملہ ہے کہ تم اس قدر زور دیتے ہو؟" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے ہنس کر کہا۔ "مگر آؤ پہلے تھوڑا لنچ تو کھا لیں۔ سوڈا واٹر ملی ہوئی ہوک کا گلاس واقعی پسند ہوگا۔"

"منظور ہے۔ مگر پہلے آپ آدھ گھنٹہ میرے لئے وقف کریں۔" میریڈیتھ نے کہا۔ "اس کے بعد جس طرح آپ کہیں گے حاضر ہوں۔"

"آہ۔ شادی!" آکٹیوین نے سرد آہ کھینچکر کہا۔ "یہاں گذران کے لالے ہیں۔ اور آپ شادی کی صلاح دے رہے ہیں۔ خیال کیجئے۔ کون ایسا مالدار باپ ہے۔ جو مجھ غریب کو بیٹی دینا منظور کرے گا؟"

"آکٹیوین شاید تمہیں اپنی خوبیوں کا بہت کم حال معلوم ہے۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا۔ "آجکل کی شادی میں امر خاص جو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی کمی پورا کردیں۔ مثلاً تمہارا ہی معاملہ ہے۔ فرض کرو۔ تمہاری شادی ایک ایسی لڑکی سے ہو جائے جسے باپ کی طرف سے بے شمار دولت حاصل ہو۔ اس صورت میں تمہاری مالی ضرورتیں وہ پورا کردے گی اور اس میں اعزاز کی جو کمی ہو۔ اسے تم . . ."

"بے شک یہ واقعات اس ملک میں عموماً ہوتے رہتے ہیں۔" آکٹیوین نے آہستہ سے کہا۔ "مگر سچ پوچھئے تو میری حالت میں تکبر انسانی مانع ہے . . ."

"تکبر!" ڈیوک نے حیرت سے کہا۔ "تم ایسی میں تمہارے تکبر پر کیا حرف آسکتا ہے؟ یہی نا کہ تم ایک خاندانی امیر ایک ایسی لڑکی سے شادی کرتے ہو جس کا باپ امیر تو ہے مگر ابن امیر نہیں۔"

"ان خیالات کا اظہار آپ کی طرف سے واقعی حیرت خیز ہے۔" ہیریئٹ نے تعجب سے کہا۔

"آہ! پھر اذکر کرتے ہو۔" ڈیوک نے کہا۔ "مجھے بے شک اپنے تکبر پر ناز ہے۔ مگر اس معاملہ میں امر غور طلب تمہاری بہتری ہے . . ."

"جس کے لئے میں آپ کا ممنون احسان ہوں۔" لارڈ آکٹیوین نے کہا۔ "مگر میں عرض کردینا چاہتا ہوں کہ لفظ تکبر جن معنوں میں میں نے استعمال کیا۔ وہ کچھ اور چیز ہے۔ میری ہچکچاہٹ اس لئے نہیں کہ میں کسی عام شخص کی دختر سے شادی کرنا نہیں چاہتا۔ سوال صرف یہ ہے کہ مجھ کو گذارہ کے لئے عورت کا دست نگر ہونا۔ یہ کتنا معیوب ہے۔ رہا امیر و غریب کا فرق۔ اس کی نسبت آپ میرے خیالات سے خوب واقف ہیں۔ یعنی میں آپ کے برابر قدامت پسند نہیں ہوں۔"

"اس صورت میں تمہارا اعتراض اور بھی ہلکا رہ گیا۔" ڈیوک نے کہا۔ "جیسا میں کہہ رہا تھا۔ اگر دلہن تمہاری مالی ضرورتیں پورا کردے۔ اور تم اسے طبقہ بالا تک پہنچانے کا ذریعہ ہو۔ تو ظاہر ہے۔ جتنا تم اس کے ممنون احسان ہوگے۔ اسی قدر وہ تمہاری رہین منت ہوگی۔ پس ایک دوسرے کا دست نگر ہونے کا سوال جو تم نے بطور اعتراض پیش کیا تھا۔ صاف اڑ جاتا ہے۔"

"خیر میں بحث کی خاطر آپ کی دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں۔" ہیریئٹ نے کہا۔ "اور یہ بھی فرض کرتا ہوں

کہ میری کسی ایسی مالدار لڑکی سے ملاقات ہوگئی۔ اور اس نے مجھ سے شادی کرنا منظور کر لیا۔ مگر یہ سب کچھ ہونے پر بھی سوال رہ جاتا ہے کہ دل کم بخت کو کون سمجھائے گا؟ اسے اس لڑکی سے عشق کی خو کون ڈالے گا؟"

"ہاں اب اگر تم عشق کا مضمون لے بیٹھے ہو تو میں لاجواب ہوں۔" ڈیوک نے انداز تحقیر سے کہا "پھر واقعی میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ تمہاری مالی حالت کی اصلاح کا مشورہ تو بے شک دے سکتا ہوں۔ لیکن سبی کرن منتر یاد نہیں۔ مگر کیوں میرڈتھ اس سے پہلے تو کہیں نقد دل نہیں ہار بیٹھے؟"

"میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔" آگسٹین نے قدرے اضطراب سے جواب دیا "صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک گلعذار کی یاد۔۔۔ جسے میں نے صرف دو تین بار دیکھا ہے۔۔۔ اکثر بے چین کیا کرتی ہے۔۔۔"

"اور کیوں صاحب وہ گلعذار کون ہے جس کا تصور ہر وقت پیش نظر رہتا ہے؟" ڈیوک نے قدرے طنز سے پوچھا "اس میں تو شک ہی کیا وہ خوبصورت ہے۔ کیونکہ تبھی اس کی یاد بے چین کر سکتی ہے۔"

"خوبصورت! میں عرض کرتا ہوں اس کے جیسا حسین و جمیل نازنین روئے زمین پر تو شاید ہی ہوگی۔ پر سے کا حال معلوم نہیں۔" آگسٹین نے اس جوش کے ساتھ جو عشق کا لازمہ ہوا کرتا ہے کہا۔ گو جلد ہی وہ اس کی وجہ سے شرمسار ہونے لگا۔

"ہاں مگر وہ کون ہے؟۔۔۔ کہاں رہتی ہے؟" مارچ مونٹ نے پوچھا۔ "مجھ سے پردہ نہ کرو۔ میں دوستوں کے معاملات عشق میں بے جا دخل نہیں دیتا۔"

"میں شوق سے سب حال عرض کرتا۔ مگر افسوس کہ خود مجھے معلوم نہیں وہ کون ہے۔" آگسٹین نے جواب دیا "میں نے دو تین موقعوں پر اسے ایک نوجوان کے ساتھ پھرتے دیکھا ہے۔ جس کی صورت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کا بھائی ہے۔"

"گویا اس نازنین سے تمہارا عشق ابھی دیدار کی حد تک ہی ہے۔ گفتار کا موقعہ نہیں ملا؟"

"جی ہاں کبھی نہیں۔" میرڈتھ نے کہا۔ "وہ جتنی خوبصورت اتنی ہی شرمیلی ہے۔ اور میرا خیال ہے ان موقعوں پر کہ میں نے اس کی طرف نظر اشتیاق سے دیکھا۔ اسے اتنا بھی معلوم نہیں ہوا کہ کوئی اس کی طرف عاشقانہ شوق سے دیکھتا ہے۔۔۔ یوں سمجھئے حسن و حیا کا مرقع ہے!"

"مگر یہ تو معلوم ہوگا وہ کس طبقہ سے تعلق رکھتی ہے؟ ... آہ تمہارے اضطراب کی سرخی سے معلوم ہوتا ہے وہ تمہاری خواہشات کے صحیح دائرہ سے باہر ہے ... یا اس طرح کہنا چاہیئے کہ وہ اس طبقہ میں نہیں جس میں تمہارا عشق محدود ہونا چاہیئے۔ کیوں؟"

"میں نہیں جانتا آپ کے سوال کا کیا جواب دوں" آکٹیوین نے سنجیدگی سے کہا۔ "صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ دونوں بھائی بہن بظاہر عزت دار ہیں ... !"

"لیکن مالدار نہیں؟" ڈیوک نے اپنے طور پر فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "شاید کسی تاجر یا اسی طرح کے کسی اور شخص کی اولاد ہیں۔ خیر تو میں اس بارہ میں فقط اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تم اس خواب سے جتنا جلد بیدار ہو۔ خود تمہارے لیئے بہتر ہے۔"

"ہاں واقعی"! آکٹیوین نے جلدی سے جوش آمیز لہجہ میں کہا۔ "موجودہ حالت میں ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینا ... یا جیسا آپ نے فرمایا۔ اس قسم کے خواب دیکھنا جنون اور دیوانگی ہے۔"

"اس لیئے کہ اگر تم نے کسی گمنام لڑکی سے عشق کیا بھی ... میرا مطلب اس وقت جائز عشق سے ہے ... تو اس سے فائدہ کچھ نہیں۔ تمہارے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے" مارچ مونٹ نے کہا۔ "پس میری صلاح مانو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ نئی نئی بات ہے۔ اس لیئے دل نہیں لگتی۔ مگر اس پر سنجیدگی سے غور کروگے تو میرے مشورہ کی اہمیت روشن ہو جائے گی۔ تمہاری حالت میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اپنے باپ اور بڑے بھائی کی امداد سے مستغنی ہو کر اپنی جداگانہ حیثیت قائم کرو۔ شہر میں بے شمار ایسی مالدار لڑکیاں ہیں۔ جو کسی قبول صورت جوان سے جس کے نام کے ساتھ لارڈ کا لفظ موجود ہو شادی کرنے کو آمادہ ہوں گی۔ کیوں؟"

"جیسا آپ نے فرمایا۔ معاملہ ابھی قابل غور ہے" میرے پٹھنے نے کہا۔ "پھر آہستہ سے" اگر کبھی اس قسم کا موقعہ مل جائے۔ تو جہاں تک ممکن ہے میں ایسی بی بی کی نسبت اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ اور اگر حالات کی مجبوری سے میرے دل میں اس کے لیئے سچا عشق پیدا نہ بھی ہو۔ تو اس کی خاطر داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا ... ہاں مگر ایسی لڑکیاں کہاں ملتی ہیں؟"

ڈیوک نے دیکھا کہ کوچی چاپلوسی کرنے لگی۔ اور اب محض نشست کو کڑا کرنے کی ضرورت ہے لاپرواہی سے بولا۔ "کہاں! یہ تمہارا اپنا کام ہے کہ ان کو تلاش کرو۔ میں کچھ بازار حسن کا دلال تو ہوں نہیں کہ بر تلاش کرتا پھروں۔ تمہیں دوست جان کر ایک مشورہ دینا تھا سو دے دیا ... مگر آہا! یاد آگیا۔ ایسی ایک لڑکی اس شخص کی بیٹی ہی تو ہے۔ جس کا ذکر ابھی ہو رہا تھا ..."

"یعنی کون؟" آکٹیوین نے پوچھا۔

"آرمیٹیج" ڈیوک نے جواب دیا۔ "جانتے ہو یہ شخص بہت مالدار ہے۔ اور شادی پر بیٹی کو ۰۰ ہزار پونڈ جہیز دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ حال مجھے تحقیق معلوم ہے۔ اور اس کے علاوہ اس سے برسوں کی جان پہچان ہے۔ اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ نہایت وضعدار، شریف اور فراخ دل گو خود ساختہ آدمی ہے۔"

"میرا خیال ہے وہ کسی زمانہ میں آپ ہی کی ملازمت میں ہوا کرتا تھا؟" آکٹیوین نے جو ڈیوک کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا یکایک کہا۔

"ہاں تھا" ڈیوک نے پھر وہی لاپرواہی کا انداز اختیار کر کے کہا "کچھ روپیہ اس نے اپنی کفایت سے بچا لیا تھا۔ کچھ ایک دور کا رشتہ دار اس کے نام چھوڑ گیا۔ لندن آکر سٹی میں اس نے بدلی کا کاروبار شروع کیا اور بہت جلد دولت مند ہو گیا۔ آکٹیوین تم خوب جانتے ہو ٹمپل بار کے دوسری جانب رہنے والے عام زر پرستوں سے مجھے دلی نفرت ہے۔ مگر اس شخص کی حالت کو درجہ استثنا حاصل ہے۔ میں نہیں بھول سکتا کہ اس نے میری خدمت بڑی دیانت داری سے کی۔ اس لئے اس کے ساتھ میرے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔"

"یہ واقعہ آپ کی عالی حوصلگی پر دلالت کرتا ہے۔" آکٹیوین نے جوش سے کہا "اور چونکہ ایسا کرتے ہوئے آپ نے اس تعصب کو دبا دیا ہے جو ایسی حالتوں میں کچھ کم اثر نہیں رکھتا۔ اس لئے آپ کا طرز عمل اور زیادہ مستحسن ہے۔"

"اس کے علاوہ ...... مسٹر آرمیٹیج کی دختر واقعی حسین ہے۔" ڈیوک نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "نفاست پسند، تربیت یافتہ اور ذہنی خوبیوں سے آراستہ۔ وہ اس الماس کی طرح ہے جو خس و خاشاک میں دب کر بھی چمکتا ہے۔ میں خوش ہوں کہ میری صلاح بیکار نہیں ہوئی اور تم یقیناً اس پر عمل کرو گے۔ اب آؤ لنچ کھا کر سیر کرنے چلیں۔ میرے مشورہ پر تم فرصت میں غور کر سکتے ہو۔"

"جی بہت خوب" آکٹیوین نے آہستہ سے کہا۔ مگر اس کے ساتھ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی آہ نکل گئی۔ کیونکہ تخیل نے پھر ایک بار اس نازنین کی برق پاش صورت پیش نظر کر دی جسے اس نے صرف دو منٹ دیکھا۔ مگر اتنے ہی میں اس کی تصویر ناقابل محو طریق پر اس کے لوح دل پر نقش ہو چکی تھی۔

باب - ۱۱

ملکۂ حسن

ریجنٹس پارک کے پرفضا مکانات میں سے ایک کے مکلف اور آراستہ کمرہ میں ایک نازنین بیٹھی ہے۔ کمرہ کی آرایش نفاست سے زیادہ تجمل کی جھلک رکھتی ہے۔ سامان کی قسم سے کوئی چیز ایسی نہیں جو شاذ اور بیش قیمت نہ ہو۔ مگر ان اشیا کی نمائش مکینوں کے ذوق سلیم کی بجائے شوق نمود کا پتہ دیتی ہے دیواریں شیشہ آلات سے سجی ہوئی۔ خوشنما کرسیوں پر سنہری اور ارغوانی گدے بچھے ہوئے۔ ان گنت بے شمار چھوٹی چھوٹی چیزیں جنھیں بے دریغ روپیہ صرف کرکے حاصل کیا گیا تھا۔ امیرانہ لاپروائی سے جابجا بکھری ہوئی ہیں۔ کمرہ فراخ۔ مگر اس شان عظمت کے بار سے دب کر تنگ نظر آتا ہے۔ اس لئے اس میں وہ فضائے سکون معدوم ہے جس کا تعلق اسراف سے زیادہ ذوق لطیف سے ہوتا ہے۔ اور جس کی موجودگی میں شان نمود اور بھی خیرہ کن اثرات پیدا کرتی ہے۔

لیکن اس بھڑک اور نمود عشرت میں بھی جس کا اثر کمرہ میں ہر طرف غالب ہے۔ جابجا مذاق شستہ اور خیالات شائستہ کے نشانات خفیف نظر آتے ہیں۔ مثلاً پھولوں کو ان کے رنگوں کی بوقلمونی کے اعتبار سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اوراق موسیقی ایک طرف پیانو پر کھول کر رکھے ہوئے اور دوسری جانب بربط کے پاس موجود ہیں۔ وسطی میزوں میں سے ایک پر کھلے بکس میں سرخ اور زرد رنگ سے تیار کی ہوئی بعض دلکش تصاویر پڑی ہیں۔ چکن دوزی کا کام ناتکمل مگر نہایت دلکش صورت میں ایک صوفہ پر اس نازنین کے پاس موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میزوں پر رکھی ہوئی کتابوں کی واحد خوبی ان کی مکلف اور مکمل جلد بندی ہے۔ ورنہ تحریر و مضمون کے اعتبار سے وہ سب ردی میں ڈالنے لائق ہیں۔ تاہم جہاں وہ نازنین بیٹھی ہے۔ اس کے قریب چکن دوزی کے پاس ہی برطانیہ کے بہترین شعرا کی تین چار تصانیف بھی رکھی ہوئی ہیں۔ پھر اس شیریں ادا حسینہ کا لباس کس قدر صاف وسادہ۔ مذاق شستہ کا مظہر اور اس سے کتنا زیادہ نفیس ہے۔ جس کی ایک ایسے نمائشی کمرہ میں رہنے والی خاتون سے امید ہوسکتی ہے۔ غالباً یہ کہنا غیر ضروری ہوگا کہ کمرہ مذکور میں خوش آئند نفاست کے جتنے بھی آثار ہیں۔ وہ سب اس نازنین کے ذوق سلیم کے ہی رہین منت ہیں۔ اور گو بلحاظ کمیت ان کو اہمیت نہ دی جائے۔ تاہم باعتبار قیمت تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی کی وجہ سے اس شخص کے دل و دماغ کو سکون و راحت ہوتی ہے۔ جو ان کی عدم موجودگی میں سامان کی بھڑک اور ٹیپ ٹاپ

/ کو دیکھ کر یقیناً گھبرا جاتا۔

یہ پری جمال حسینہ مسٹر آرمیٹج کی اکلوتی اولاد زو اور مکان جس کے ایک حصہ کا نقشہ ہم نے سطور بالا میں پیش کیا۔ اس کا مقام سکونت ہے۔ فی الحقیقت اس مکان کے سب کمرے یا تقریباً ویسے ہی اسراف و عشرت پسندی کا نمونہ ہیں۔ اور ان کی آب و تاب بڑھانے اور دیکھنے والے کی نگاہ کو خیرہ کرنے کے لئے ہزاروں۔ لاکھوں پونڈ کی رقم ان کی آرائش پر بے دریغ صرف کی گئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی کہنا پڑتا ہے کہ ان دو کمروں کے سوا جن کا اشارتاً ذکر کیا گیا ہے۔ ہر جگہ مذاق سلیم کا فقدان ان ناتراشیدہ اثرات کو نمایاں کرتا ہے۔ جو نو دولتمند امراء نے اکثر طبع رؤسا کی نمود میں پائے جاتے ہیں۔ اور جن کی بدولت اس کا اندازہ کرنا ذرا مشکل نہیں ہوتا کہ اس جگہ کے مکین طبقہ عوام سے ترقی کرکے اس چکاچوند کے ذریعہ خاندانی سفاہت کو چھپانا چاہتے ہیں۔ جن دو کمروں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ وہ زو آرمیٹج کی ذاتی سکونت کے لئے مخصوص تھے۔ ایک اس کا زنانہ کمرہ نشست۔ دوسرا وہ جو خوابگاہ کا کام دیتا تھا۔ ان دونوں میں باپ کے شوق نمود کی بجائے اس کے اپنے ذوق سلیم کے آثار نظر آتے تھے۔ اور انہیں دیکھ کر اس کا اندازہ کرنا سہل تھا کہ اگر سارا مکان اسی حسن اہتمام اور سلیقہ سے آراستہ کیا جاتا تو کتنا خوب ہوتا۔

سہ پہر کو تین اور چار بجے کے درمیان مس آرمیٹج اپنے کمرہ کی بجائے عام کمرہ نشست میں اس لئے بیٹھی کہ صبح کے ملاقاتیوں سے یہیں ملنا ہوتا تھا۔ شاید کسی شخص کو تعجب ہو کہ شام کے تین بجے صبح کے ملاقاتیوں کا کیا کام! مگر اسے معلوم نہ ہوگا کہ فیشن کی دنیا میں کھانے کے وقت تک صبح ہی رہتی ہے۔ خواہ کھانا رات کو سات بجے ہی کیوں نہ پروسا جائے۔ اس کمرہ کی اوچھی ٹیپ ٹاپ اور بھدی نمائش زو کو بہت گراں گزرتی تھی یہی وجہ ہے کہ جب کبھی وہ اس میں بیٹھنے پر مجبور ہو۔ تو جا بجا خوشنما پھول سجاتی اور اپنے وقت کا بڑا حصہ مصوری۔ کشیدہ کاری۔ موسیقی یا اپنی مقبول تصانیف کے مطالعہ میں بسر کرتی تھی۔ یہ سادہ کتابیں جو اس وقت اس کے پاس رکھی ہوئی تھیں درحقیقت اس مختصر کتب خانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ جس کی کتابوں کو اس نے ذاتی انتخاب کے بعد اپنے کمرہ خاص کے ایک حصہ میں جمع رکھا تھا۔ کیونکہ ان لغو اور ادنےٰ کتابوں کو جنہیں عمدہ جلدیں پہنا کر اس کمرہ کی میزوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ اتنا ناپسند کرتی تھی۔ کہ ان میں سے کسی کو ایک لمحہ کے لئے دیکھنا بھی اسے منظور نہ تھا۔

مس آرمیٹج کی عمر ۲۰ سال کے قریب تھی۔ چہرہ بیضوی۔ نقش بے عیب۔ صورت معنظر فریب اور دلکش اور بشرہ سے وہ انداز خاص ظاہر ہوتا تھا جس کی موجودگی عورت کو دلکش بنانے میں حسن و جمال سے زیادہ ممد ہوتی ہے۔ خد و خال موزوں اور اعضا متناسب تھے۔ ناک سیدھی۔ دہن چھوٹا۔ ہونٹوں کی تراش مکمل اور رنگت یاقوت کی طرح سرخ تھی۔ آنکھیں خوشی اور نیلگوں غلافی۔ پلکیں سیاہ اور محراب دار اور ایک دوسرے سے جدا جن سے چہرہ پر قدرتی معصومیت کے آثار نمودار تھے۔ بال ہلکے بھورے رنگ کے ریشم کی طرح نرم و ملائم شانوں تک دونوں طرف لٹکے ہوئے تھے۔ جوڑا باندھنے سے ان کا وہ حصہ جس پر روشنی پڑتی ہو سنہری اور باقی سیاہ نظر آتا تھا۔ لیکن اگر انہیں کنڈل بنا کر لٹکا دیا جاتا تو ملائم شانوں اور سنگ مرمر کی ایسی سپید گردن پر بکھر کر چہرہ کے دونوں طرف وہ ہلکے بھورے ریشم کی طرح نظر آتے تھے۔ تبسم کی حلاوت اور چہرہ کی معصومیت سے فرشتوں کا حسن و فرشتگان جنت کی خوبصورتی کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور گریبان سے بدن کی سپیدی جھلکتی تھی جاندار خون کی گردش اپنی ہلکی سرخ رنگت نمودار کر کے تپائے ہوئے کندن کی سی دمک پیدا کر دیتی تھی۔

خلقتاً دراز قامت ہونے کے باوجود۔۔ کیونکہ بلندی قامت میں وہ زنانہ اوسط سے متجاوز تھی ۔۔ جسم کی بے عیب ساخت۔ قدرتی لچک اور خط و خال کی موزونیت کے باعث اس کی درازی قامت حقیقت سے بلند تر نظر آتی تھی۔ ہر ایک حرکت سے فطری نزاکت اور ہر اشارہ سے جانستان نفاست کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کی جانسوز نظر۔ اس کی تھرتھری آواز۔ اس کا خندہ سیال۔ اس کا غنج غیور غرضیکہ اس جلوہ بے پناہ کی ہر ایک تفصیل ظاہر کرتی تھی کہ نسبتاً طبقہ عوام سے تعلق رکھنے کے باوجود اس حسن و جمال کی ملکہ کی ذات میں وہ سب محاسن صوری و اوصاف باطنی موجود ہیں جنہیں محض طبقہ امرا سے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔

سطور بالا میں ہم نے مس آرمیٹج کی دلکشی و دلبری کی جو مختصر کیفیت بیان کی ہے اس کے بعد سوال پیدا ہونا قدرتی ہے۔ کہ ایسے باپ کی جس کا حلیہ پیشتر ملاحظہ ہوا تھا۔ ایسی حسین و جمیل ایسی خوش خصال اور مخلص بیٹی! یہ کیونکر ممکن ہے؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ مسٹر آرمیٹج نے انتہائی پستی سے ترقی کر کے موجودہ عروج حاصل کیا تھا۔ اور اب تک وہ اپنے شہری دوستوں میں انداز تفخر سے کہا کرتا تھا ... گو حلقہ فشن میں کبھی اس کا ذکر نہ کرتا تھا۔ کہ میں خود اپنی قسمت کا معمار ہوں۔ اس کے باوجود کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ ابتدا میں کون تھا اور کیا کام کیا کرتا تھا۔ عہد ماضی کا ذکر کرتے ہوئے وہ خود بھی اس سے پہلے کا حال نہیں کہتا تھا۔ جب سے وہ موجودہ مکان میں آکر رہنے لگا

کی وسیع جائداد کا منتظم تھا۔ بہرصورت جس وقت زو اس عمر کو پہنچی کہ نواحی حالات اس کے ذہن پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔ تو اس کا باپ ہر لحاظ سے مرفہ الحال ہو چکا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آرمیٹج کی ابتدائی حیثیت کچھ بھی ہو۔ جب سے زو نے ہوش سنبھالا راحت و آرام ہی دیکھا۔ بچپن ہی سے وہ آراستہ و پیراستہ گھر میں رہی۔ بیسیوں خدمت گار اشارہ پر کام کرنے کو حاضر دیکھے۔ اور وہ سامان جو فارغ البالی اور مرفہ الحالی کا لازمہ ہے۔ موجود پایا۔ اس کی ماں کا چھوٹی عمر میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ مگر جوں جوں وہ سیانی ہوئی اس نے غیر معمولی دو بینی سے جو عمر کے اعتبار سے حیرت خیز تھی بارہا محسوس کیا۔ کہ گو باپ نے اس کی تعلیم کے لیے سلیقہ مند استانی اور گھر کے مختلف صیغوں کے اہتمام کو کارآزمودہ نوکر رکھے ہوئے ہیں۔ تاہم ان سے کام لینے یا اس حکومت کا جو امیری کا لازمہ ہوتی ہے۔ ڈھنگ بالکل یاد نہیں۔ زو کو باپ سے گہری محبت تھی۔ اس لیے نہیں کہ وہ طبعاً نیک طینت اور خوش اخلاق تھی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ اس کے ہر کام کو دیکھ کر محسوس کرتی تھی۔ کہ بچہ کی تربیت کو ماں کی عدم موجودگی سے جو ضعف پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تلافی کے لیے وہ تا حد امکان کوشش کیا کرتا ہے۔ وہ اس کے احسانات کی بدل ممنون تھی۔ اور یہی باعث تھا کہ اس عمر میں پہنچ کر بھی جب بچوں کو والدین کے افعال پر مشورتی نکتہ چینی کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اس نے قولاً یا فعلاً کبھی یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ ہر معاملہ میں باپ کے خیالات پر اس کے اپنے خیالات وہی درجہ سبقت رکھتے ہیں جو ملمع پر سونے کو حاصل ہوتا ہے۔ معاملات تعلیم میں وہ بظاہر باپ کے ہر ایک حکم پر کاربند تھی۔ مگر باطن میں اس درجہ اول کی استانی اور معلموں کے مشوروں پر ہی عمل کرتی تھی۔ جو اس کی تربیت پر مامور تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہترین اثرات کی بدولت اس کے ذہن رسا نے جو فطرتاً بیش بہا اوصاف رکھتا تھا۔ خوب ترقی کی۔ اور وہ باپ کی عقیدتمند اور فرمانبردار رہ کر بھی اس کے غلط مشوروں سے جو وہ اپنی نو یافتہ دولت کے زعم میں اکثر دیا کرتا تھا۔ محفوظ رہی۔ وہ اس کے احکام پر چلتی تو یقیناً ترقی تعلیم کی بجائے فیشن کی چہل پہل میں الجھتی۔ اس کی ترقی کی انتہا یہ ہوتی۔ کہ وہ حلقہ فیشن میں کمرہ نشست کی ایک خوشنما گڑیا کی حیثیت اختیار کر لیتی حالانکہ اب وہ حقیقتاً ذہین۔ تربیت یافتہ اور روشن خیال خاتون تھی۔

یہ جاننا مشکل نہیں کہ ایک ایسی سمجھدار اور دور اندیش لڑکی کے لیے جیسی کہ زو تھی، یہ معلوم کرنا ذرا بھی دشوار نہ ہوگا۔ کہ باپ نے یہ بیش قرار دولت کن طریقوں سے فراہم کی۔ چنانچہ اسے معلوم تھا۔ کہ ایک زمانہ میں وہ وسیع پیمانہ پر بِلّی کا بیوپار کیا کرتا تھا۔ ایسا بیوپار جس میں خود پروری

کے معیار کو پیش نظر رکھ کر وہ دوستوں یا ساتھ مل کر کام کرنے والوں کی بہتری سے زیادہ اپنے نفع کا خیال رکھتا تھا۔ خواہ اس نفع کی بدولت بانیوں کو تباہ و برباد ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ شہر کے رسیا عاشق تن جوانوں کو جنہیں ہر وقت روپیہ کی مانگ رہتی ہے۔ بہترین کفالت پر خوفناک شرح سود لکھوا کر روپیہ قرض دیتا ہے۔ اور یہ بھی اسے معلوم تھا کہ باپ کی ساری کمائی نئے بگڑے امیروں یا جدوجہد کرنے والے خستہ تن مزدوروں کی عرق ریزی سے حاصل کی گئی ہے۔ پھر وہ اس سے بھی بے خبر نہ تھی۔ کہ حصول زر کی خاطر اسے امیروں کو غریب۔ غریبوں کو محتاج اور محتاجوں کو اسیر زندان بنانے میں تامل نہیں ہوا۔ اس نے ہمدردی سے زیادہ تن پروری کا خیال رکھا۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوا روپیہ کمانے کی کوشش کی۔ یہ سب باتیں زو کو معلوم تھیں اور اس لحاظ سے وہ باپ کے خصائل سے پوری طرح آگاہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ خوب جانتی تھی کہ اس کا دل سخت ہی نہیں کیونکہ حالات سختی میں بھی نرمی پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اس میں کبھی نرمی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور وہ سرد بھی نہیں کہ سردی کبھی نہ کبھی گرمی کو جگہ دے دیتی ہے۔ مگر اس کے دل کی سرد مہری نے کبھی گرمجوشی کی صورت نہیں دیکھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ قدرت نے لمحہ تخلیق میں اس کے سینہ کے اندر دل کی جگہ خالی ہی رہنے دی۔ یا اگر اس کی بجائے کوئی چیز رکھی تو ایسی جو اوصاف قلب سے قطعاً محروم تھی۔ یعنی رحم۔ عنایت۔ فیاضی اور خیرات کا اس میں ذرا بھی دخل نہ تھا۔ اس کا اصول فقط ایک تھا۔ یعنی روپیہ پیدا کرو۔ خواہ کسی طرح پیدا کرو۔

یہ سب باتیں زو کو معلوم تھیں۔ مگر ان کے باوجود اسے باپ سے محبت تھی۔ شائد اس لئے کہ نفرت و حقارت کا احساس فطرت نے اس کے سینہ میں پیدا ہی نہ کیا تھا۔ یا شائد اس لئے کہ وہ سمجھتی تھی . . . گو اس معاملہ میں اس کا اندازہ قطعی غلط تھا . . . کہ وہ سب کچھ میری محبت کی خاطر کر رہا ہے۔ اس محبت کا ثبوت اسے کئی صورتوں میں ملتا تھا۔ مثلاً یہ کہ اس نے اس کی تعلیم و تربیت پر بے شمار روپیہ صرف کیا۔ اس کی بدنی حفاظت کا اس درجہ خیال رکھا کہ صحت میں فرق نہ آنے دیا۔ ہمیشہ اس کی صورت کو پدرانہ فخر سے دیکھا۔ اس کے لئے سواری کا پورا انتظام کیا۔ کبھی اس کو روپیہ پیسہ سے تنگ نہ رکھا۔ مختلف اوقات میں اسے قیمتی تحائف پیش کئے۔ بارہا ذکر کیا کہ تمہاری شادی بہترین بر سے ہونی چاہیئے۔ اور یہ بھی کہا کہ حصول زر کے لئے میری تمام کوششوں کا واحد مقصد یہی ہے کہ تم سکھی اور خوشحال رہو۔ ان سب باتوں کو وہ مسٹر آرمیٹیج کی پدرانہ شفقت اور محبت پر محمول کرتی تھی۔ اور ایسا ہونا تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ وہ تاکہ ذکی اور فہیم

ہو۔ بہرحال کچھ ناتجربہ کاری۔ کچھ اپنی طبعی فیاضی سے باپ کی ان تمام حرکات کو بہترین
روشنی میں دیکھنے پر مجبور تھی۔ لیکن خود مسٹر آرمیٹیج کا کیا حال تھا؟ اس میں شک نہیں کہ اسے
بھی اپنی بیٹی سے گہری محبت تھی۔ مگر یہ محبت اس کی اپنی بگڑی ہوئی آتما کے مطابق تھی یعنی
ایسی محبت جس کا تعلق زیادہ تر ادنےٰ قسم کے غرور و تکبر سے تھا۔ چونکہ وہ حسین تھی۔ اس لئے
اسے اس کا باپ ہونے پر فخر تھا۔ لوگ اس کی خوبیوں کی تعریف کرتے۔ اور وہ اس خیال سے
خوش ہوتا کہ ان اوصاف حمیدہ کی تلقین کا اصل ذریعہ میں ہوں۔ اس کا اُسے بھولے سے بھی خیال
نہ آتا تھا کہ یہ سب کچھ معلموں اور استانیوں کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ مسٹر آرمیٹیج کی سنگدلی
اور خود پروری کا ذکر اشارتاً پیشتر ہو چکا ہے۔ بہرحال زو سے ... اور فقط زو سے اس کی گفتگو
ہمیشہ نرم لہجہ میں ہوا کرتی تھی۔ اور اگر اپنی عمر میں کبھی اس کی طرف سے فیاضی یا خیرات کا کوئی کام
ہوا تو اس کی وجہ بھی اس نازنین کا اثر ہی سمجھنا چاہیئے۔ گو ایسے موقعوں پر وہ نمود و تشہیر کے لئے
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ ان باتوں سے زو بآسانی معلوم کر سکتی تھی۔ کہ باقی دنیا کے
مقابلہ میں مجھ سے اس کا سلوک کتنا مختلف ہے۔ وہ اس رعایت کو پدرانہ شفقت سے منسوب
کرتی تھی۔ اور یہ اس غیر معمولی محبت کی وجہ خاص تھی۔ جو اسے اپنے والد سے تھی۔ وہ اس کے سارے
عیب جانتے ہوئے بھی اس سے محبت کرتی تھی۔ اس کا اسے بھولے سے بھی خیال نہیں آیا کہ یہ شخص
خود غرضی کی اس انتہائے بعید تک جا سکتا ہے۔ کہ شادی کے سوال پر اگر ایک جانب طبقہ عوام کا
ایک شخص ہو جس سے میرے دل میں گہری محبت ہو اور دوسری جانب حلقہ امرا کا کوئی آدمی جس پر
اس کی نظر انتخاب ہو تو اس ذریعہ سے اپنی نمود میں اضافہ کرنے کے خیال سے اسے میری عمر بھر
کی راحت قربان کرنے سے ذرا بھی دریغ نہ ہوگا۔

زو نے اب تک اپنے لئے بر کا انتخاب نہ کیا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس کے دل میں شرارہ
عشق پیدا ہو چکا تھا۔ وہ کسی سے محبت کرتی تھی۔ مگر وہ خوش نصیب جسے اس پری وش حسینہ
کی دلداری نصیب ہوئی۔ اب تک اس بارہ میں بے خبر تھا کہ میری ہستی ناچیز اس ملکہ حسن کے
قلب نازک پر اثر انداز ہونے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ گھر کے کسی آدمی کو بھی اس
بارہ میں کسی طرح کا شبہ نہ تھا۔ اس کا باپ۔ اس کی خواصیں سب اس معاملہ میں لاعلم تھیں۔
چونکہ اس کے خیالات پاکیزہ اور طبیعت میں وقار و سنجیدگی غالب تھا۔ اس لئے آج تک اس نے
اپنے جذبات دلی کو کسی اشارہ یا کسی علامت سے جو عموماً مظہر عشق سمجھے جاتے ہیں۔ اس انکشاف

کا موقعہ نہ دیا تھا۔ جس زمانہ کا حال لکھا جا رہا ہے۔ اس محبت کے آغاز کو بہت عرصہ نہیں گذرا تھا۔ مگر ابھی سے اس کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں۔ ابھی سے اس کی شاخیں اس کے لحمی ریشوں سے آمیز ہو چکی تھیں۔ اس کی محبت جذبات سے زیادہ حسیات سے تعلق رکھتی تھی۔ اس میں جوش کی سچی احساس کا عنصر غالب تھا۔ وہ اس قسم کی لطیف روحانی محبت تھی۔ جس پر قدیم یونانیوں کو اعتقاد کامل تھا۔ مگر جس پر زمانہ حال کے دنیادار۔ نفس پرست لوگ اکثر ناک بھوں چڑھایا کرتے ہیں۔ اور بنظر انصاف سے دیکھا جائے تو ایسی محبت صرف شاذ حالتوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ وہ اس قسم کا گم گشتہ جنت روحانی ہے۔ جس کے باب مقاصد میں داخل ہونا ایک طرف۔ اس کی ضیا سے مستفید ہونا بھی کسی کے حصہ میں آتا ہے۔ بہرحال ایسی ہی محبت تھی جس نے زو کے خانہ دل کو منور کر رکھا تھا اور وہ اس کی سرور انگیز لذتوں کی محویت میں مابعد کی حالت پر غور نہ کرتی تھی۔ فی الاصل اس خواب راحت کے صورت حقیقت اختیار ہونے کا مدار بھی اس شخص کے اظہار تمنا پر تھا۔ جس کی تصویر اس کے لوح دل پر کندہ تھی۔ اس کے سوا کامیابی کا خیال تک دل میں لانا صورت ابتذال تھا۔

ہمارے ناظرین مس آرمیٹیج کے تعارف کی اس غیر معمولی طوالت کے لیے معاف کریں۔ مگر اس کے بغیر وہ اس کے صحیح حالات سے خبردار نہ ہو سکتے تھے۔ خیر جیسا ہم نے پیشتر بیان کیا ہے۔ سہ پہر کو تین اور چار کا درمیانی وقت تھا۔ کہ زو اپنے ذاتی کمرہ نشست سے نکل کر اس خیال سے کمرہ ملاقات میں داخل ہوئی کہ شاید کوئی مرد یا خاتون ملنے کو آ جائے۔ گذشتہ نصف گھنٹہ کے عرصہ میں وہ باپ کو پیانو اور چینگ کے نغمہ ہائے شیریں سے محظوظ کر چکی تھی۔ اور اس درمیان میں اس نے اس کی تصویر کشی کے نمونوں کو بھی دیکھا تھا۔ یہ اس لئے نہیں کہ مسٹر آرمیٹیج کو موسیقی یا مصوری کے فنون لطیفہ سے بہت زیب لگاؤ تھا۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ اسے بیٹی کے اوصاف مذکورہ پر فخر و ناز تھا۔ اور ان باتوں کے مقابلہ میں اس کا کتابی انہماک اسے ذرا بھی پسند تھا۔ چونکہ اس وقت کوئی شخص خاص کاروباری معاملہ پر اس سے ملنے آ گیا تھا۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے وہ بیٹی سے جدا ہو کر دوسرے کمرہ میں چلا گیا۔ اشارتاً ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں کہ گو حصہ شہر میں ساہوکارہ بند کرکے بصورت ظاہر اس نے تجارتی معاملات سے بے تعلقی اختیار کر لی تھی۔ تاہم در پردہ معقول و محفوظ کفالتوں پر اس کا لین دین اب بھی زور شور سے جاری تھا

ادھر سے فارغ ہو کر مسٹر آرمیٹیج اسی کمرہ نشست میں واپس ہوا۔ جہاں زو بیٹھی تھی۔ اور مختلف اوقات میں ان کتابوں میں سے کسی کو اٹھا کر دیکھنے لگتی تھی۔ جنہیں وہ اپنے ساتھ لیتی آئی تھی۔

"عزیز من کیا پڑھ رہی ہو؟" مسٹر آرمیٹج نے اس صوفہ کی پشت پر جھکتے ہوئے اس سے پوچھا جسے دیوار سے کھینچکر اس نے وسطی میز کے پاس رکھ لیا تھا۔

"جی کچھ نہیں۔ صرف کوپر کی نظمیں ہیں۔" زو نے باپ کی طرف پیار کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ گو اس میں تھوڑی سی کلفت کو بھی دخل تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی۔ اس پر کیا اعتراض وارد ہوگا

"کس فضول چیز کے پیچھے پڑی ہو" مسٹر آرمیٹج نے کہا۔ "اس قسم کے بے معنی جذبات پر وقت ضائع کرنا بے کار ہے۔ زو تمہارے سامنے بے شمار خوشنما کتابیں پڑی ہیں۔ حیرت ہے۔ تمہیں ان فضول کتابوں کو اپنے ساتھ یہاں لانے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟"

"اباجی اگر آپ کو ان پر اعتراض ہے۔ تو میں ایک طرف رکھ دیتی ہوں۔" اس نازنین نے فوراً کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کتابوں کو جنہیں وہ بغرض مطالعہ ساتھ لائی تھی۔ صوفہ کے مخملی گدے کے نیچے جس پر سنہری جھالر اور لمبے پھندنے لگے ہوئے تھے۔ چھپا دیا۔

"اور اگر تمہیں ان کتابوں کی نظمیں یا کہانیاں ناپسند ہیں۔" مسٹر آرمیٹج نے ان بیہودہ تصانیف کی طرف جو خوشنما جلدوں سے سجی ہوئی میز پر رکھی تھیں۔ اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تو اس صورت میں تمہیں کوئی تازہ ترین ناول پاس رکھنا چاہیئے۔ میں نے بارہا تم سے کہا ہے۔ کہ آجکل تازہ ترین ناول پڑھنے کا فیشن ہے۔ اس سے کلام میں شستگی آتی ہے۔ اور احباب کی مجلس میں گفتگو کرنے کو خیالات حاصل کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔"

"اباجی میرا تو خیال ہے کہ ایسے ناول جن کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ انسان کی ذہنی یا اخلاقی حالت پر کوئی مفید اثر پیدا نہیں کرتے۔" زو نے کہا۔ گو عام طور پر وہ باپ کے ان غلط اور مبتذل خیالات کی جو وہ اس معاملہ میں رکھتا تھا۔ بہت کم تردید کیا کرتی تھی۔ "رہ گئی گفتگو کی اصلاح یا امداد۔ تو میری رائے میں جن لوگوں کے خیالات کا ماخذ ایسے ناول ہوں۔ ان کا خدا حافظ ہے۔"

مسٹر آرمیٹج اس کا جواب دیا چاہتا تھا۔ کہ ایک گاڑی تیز چلتی ہوئی مکان کے دروازہ پر رکی۔ وہ دوڑ کر کھڑکی کے پاس گیا۔ اور باہر دیکھ کر کہنے لگا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ میرے دوست ڈیوک آف مارچ مونٹ تشریف لائے ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور ایک کتاب اس طرح ہاتھ میں لے لی۔ کہ معلوم ہو اُسے ڈیوک کی آمد کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ اور ایک ایسے معزز شخص کی آمد پر اسے کوئی غیر معمولی جوش یا مسرت پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اس واقعہ کو اتنا ہی معمولی سمجھتا ہے جیسے کسی

نہائت عزیب دوست کی آمد کو۔ مگر بدقسمتی سے اس موقعہ پر اس کا یہ تکبر بہت عرصہ قائم نہ رہ سکا کیونکہ تھوڑی دیر میں ایک ملازم شاندار وردی پہنے ہوئے کمرہ میں داخل ہوا۔ تو اس نے ڈیوک کی آمد کی اطلاع نہیں دی۔ بلکہ یہ کہا کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ نیچے گاڑی میں بیٹھے ہوئے آپ کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے درخواست کی ہے کہ کھڑے کھڑے ایک بات سن جائیے۔ کیونکہ وہ ایک نہائت ضروری کام پر جا رہے ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے مسٹر آرمیٹج کے چہرہ پر اس قسم کے آثار کلفت ظاہر ہوئے۔ گویا اس بدسلوکی کا اس کے دل پر بہت ہی برا اثر ہوا۔ مگر فوراً ہی کسی خیال کے زیر اثر چہرہ پر حسب معمول انداز سکون پیدا کر کے وہ تیز چلتا ہوا زینہ کی راہ سے اُترا۔

گاڑی کی طرف جاتے ہوئے وہ دل سے کہہ رہا تھا "کچھ شک نہیں مارچ مونٹ اسی معاملہ کی نسبت کچھ کہنے آیا ہے جس کا ذکر چند دن پیشتر میں نے اس سے کیا تھا۔"

گاڑی میں ڈیوک کے سوا کوئی اور نہ تھا جس وقت آرمیٹج تیز چلتا ہوا کھڑکی کے پاس پہنچا تو ڈیوک کا خادم جو گاڑی کی عقبی نشست سے اتر کر دروازہ پر دستک دینے گیا تھا۔ ادب سے ایک قدم ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کہ ایسا معلوم نہ ہو وہ ان کی گفتگو سن رہا ہے۔

"آرمیٹج میں یہ کہنے کے لیے آیا ہوں۔" ڈیوک نے آواز دبا کر کہا۔ "وہ معاملہ جس کا ذکر تم نے چند دن ہوئے کیا تھا۔ یہ حسن خوبی طے ہو گیا ہے۔ کیوں بھلا انہیں لارڈ آگسٹین میبریڈتھ پر جو مارکوئس آف ہینٹرسٹ کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے۔ اعتراض تو نہیں؟"

مسٹر آرمیٹج تھوڑی دیر فکر کی حالت میں کھڑا رہا۔ اور اس نے ڈیوک کے سوال کا فوراً ہی جواب نہ دیا۔

اسے خاموش دیکھ کر ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا۔ "سوچ لو ان کا خاندان کچھ کم عزت دار یا پرانا نہیں ہے اور خود میبریڈتھ بھی ایک شکیل منہ لگتا نوجوان ہے۔۔۔"

"لیکن میری یاد غلطی نہیں کرتی۔ تو اس کا رشتہ داروں سے بگاڑ ہے۔" مسٹر آرمیٹج نے آہستہ سے کہا۔ "اور آپ جانیں مجھے اپنی بیٹی کی شادی اس جگہ کرنا منظور نہیں۔ جہاں اس سے اچھا سلوک ہونے کی امید نہ ہو۔ اور خود میری تقدیم کی صورت نظر نہ آئے۔"

"میری سنو تو ان معاملات کی نسبت فکر نہ کرو۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ "مارکوئیس آف ہینٹرسٹ کفائت شعار بے شک ہے۔ پر مغرور نہیں۔ اس لیے مجھے کامل یقین ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور بہو کو خوشی سے گھر میں لے آئے گا۔ صرف اتنا یقین ہونے کی دیر ہے کہ شادی

پر روپیہ کی معقول رقم ہاتھ آئے گی۔ رہا تمہاری راہ و رسم کا سوال - اس کی صورت بھی مشکل نہیں - چند ہزار پونڈ مارکوئیس کے سب سے بڑے بیٹے لارڈ میریڈیتھ اور دوسرے بیٹے لارڈ چارلس کو دے دینا کیونکہ دونو باپ کے انتہائی بخل کی وجہ سے ہمیشہ تنگدست رہتے ہیں۔ پھر یقیناً وہ تم سے کامل اخلاق سے پیش آئیں گے۔"

"ہاں - آپ کا فرمانا بجا ہے" مسٹر آرمیٹیج نے تسلیم کیا۔ "اور یوں بھی آکٹیوین میریڈیتھ ایک ایسا خوش رُو جوان ہے جسے فرزندی میں قبول کر کے انسان بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ مگر آپ کو پوری طرح یقین ہے۔۔۔؟"

"ہاں مجھے پورا اطمینان ہے" ڈیوک نے قطع کلام کر کے کہا۔ "اور میں نے سارا انتظام اس حسن اسلوب سے کیا ہے۔ کہ تمہارے لئے اب کوئی محل اعتراض باقی نہیں۔ اتفاق سے ایک روز لارڈ میریڈیتھ نے مجھ سے نجی معاملات پر مشورہ طلب کیا تھا۔ مجھے تمہاری بات یاد آگئی۔۔۔ یہ اسی دن کی تو بات ہے کہ تم نے مجھے اس کی تاکید کی تھی۔ بعد ازاں میں وقتاً فوقتاً اسے اکساتا رہا اور میرا خیال ہے کہ آج سہ پہر وہ شائد تمہارے پاس آئے گا بھی۔ اسلئے میں اب چلتا ہوں کہ وہ تمہارے پاس گھر انہ دیکھ لے۔ بہرصورت اب خیال رکھنا جو کام تمہیں کرنا ہے۔ وہ خوش اسلوبی سے ہو جائے۔ پھر زو کا لیڈی آکٹیوین میریڈیتھ بننا یقینی ہے۔"

گاڑی چلی گئی۔ تو مسٹر آرمیٹیج مجوزہ انتظام سے مسرور و مطمئن پھر کمرہ نشست میں واپس ہوا۔ وہ خوش تھا کہ ڈیوک کی تجویز کارگر ہونے پر ہم دونو باپ بیٹی خاندان پنسٹرسٹ میں داخلہ کی عزت پا سکیں گے۔ مگر جس وقت وہ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں زو تھی۔ تو اس کی صورت سے قطعاً معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ اس کے دل میں کیا خیالات ہیں۔ اور چونکہ وہ بیٹی کے سامنے نیز حلقہ احباب میں ڈیوک آف مارچ مونٹ سے اپنے گہرے تعلقات کا ذکر اکثر کیا کرتا تھا۔ اس لئے اس موقعہ پر اس کی آمد کی نسبت کچھ عذر پیش کرنا بہت دشوار نہ تھا۔

زو سے کہنے لگا۔ "یہ شخص مارچ مونٹ بس ہر وقت یہی اصرار کرتا ہے۔ کہ میں اس کے وہاں کھانا کھاؤں۔ اب اگر میں اس کا کہنا مانوں۔ تو ڈر ہے کہ تم سے مل کر کھانا کھانے کی نوبت تو قیامت تک نہ آئے گی۔ اب پھر یہی کہنے آیا تھا۔ میرا خیال ہے۔ باقی دوستوں کے مقابلہ میں اسے میری صحبت بہت پسند ہے۔ مگر سننا! پھر کسی نے دستک دی۔"

وہ پھر ایک بار کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور ایک مجلد کتاب ہاتھ میں سے کر لیڈی لیٹیشیا فنٹز ہارڈنگ

فنٹز سٹرک لینگڈیش ڈیل کی نظمیں دیکھنے لگا۔ ان ہزلیات کو دلجوئی کے لیے کوئی نظم کہہ دے۔ تو کہہ دے۔ ورنہ حقیقت میں نہ ردیف قافیہ کی پابندی نہ ان میں کوئی شاعرانہ خیال۔ نہ مضمون کی ندرت۔ کچھ بھی تو نہیں تھا۔ پھر بھی مصنف چونکہ ایک امیرزادی تھی۔ اس لیے مسٹر آرمیٹج کے نزدیک اس کا مطالعہ یا زیادہ صحیح لفظوں میں اس کی نمائش باعث فخر تھی۔ اتنے میں اسی وردی پوش نوکر نے دروازہ کھولا۔ اور اطلاع دی۔ لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ تشریف لائے ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہے یہ نوجوان کچھ عرصہ سے مسٹر آرمیٹج کے مکان پر جاتا آتا تھا۔ فی الحقیقت وہ ان امیرزادوں سے ایک تھا۔ جن کے ساتھ ڈیوک آف مارچ مونٹ کی وساطت سے مسٹر آرمیٹج کے تعلقات ہوئے۔ اس نے آکٹیوین کی تقدیم کی۔ گو پہلے کی نسبت غیر معمولی ارتباط ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ احتیاط کو پیش نظر رکھ کر وہ اسے ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ امیر موصوف کو دام تزویر میں پھنسانے کو کیا پیش بندیاں ہو رہی ہیں۔ زوبھی کامل اخلاق سے پیش آئی۔ تھوڑا عرصہ ان میں سرسری گفتگو ہوتی رہی کہ دفعتاً مسٹر آرمیٹج نے کہا "مجھے چند ضروری خط ڈاک میں روانہ کرنے ہیں۔ اس لیے جاتا ہوں۔ مگر جلدی واپس آجاؤں گا۔" چنانچہ اس مختصر سی معذرت کے بعد وہ کمرہ مذکور سے رخصت ہوا۔

اب میریڈیتھ اس کمرہ میں زو کے پاس اکیلا ہی رہ گیا تھا۔ اور بہت جلد اس نے گفتگو کو عقلی معاملات کی طرف پھیرا۔ وہ نازنین اس کی باتوں کا بڑی سہولت سے جواب دیتی رہی۔ رفتہ رفتہ دلچسپی بڑھی۔ اور نہایت قلیل عرصہ میں میریڈیتھ کو تحقیق ہو گیا۔ کہ زو نہایت شستہ خیال لڑکی ہے۔ اس کی قابلیت کا وہ پہلے ہی قائل تھا۔ مگر یہ معلوم نہ تھا۔ کہ وہ ایسی طباع اور ذہین بھی ہے۔ علاوہ بریں چونکہ ہر بات دوشیزگی کی حیا اور اس سہولت سے جو اعلیٰ تربیت کا لازمہ ہے کہتی تھی۔ نیز اس کی کسی بات سے بے جا تکبر کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ اس لیے وہ اس کی گفتگو سے بہت محظوظ ہوا۔ دراصل اس وقت اس کی آمد کا مدعا محض اس کی ذہنی ترقی کا حال معلوم کرنا تھا۔ ورنہ وہ اتنا خود غرض یا ایسا نادار نہ تھا۔ کہ روپیہ کے لالچ میں کسی اوچھی۔ کم علم فرومایہ عورت سے شادی کرنے کو بھی آمادہ ہو جاتا۔ قریباً ایک گھنٹہ وہ زو کے پاس رہا۔ آج اس کی ملاقات نے معمول سے بہت زیادہ طوالت اختیار کی۔ مگر اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ باتوں میں وقت کٹتا معلوم ہی نہ ہوا۔ بہرحال آج اسے زو کی خصلت کا جو حال معلوم ہوا۔ اس کا موقعہ پیشتر کبھی نہ ملا تھا۔ آج اس سے بہتر واقفیت حاصل کر کے اسے دلی اطمینان اور قلبی مسرت ہوئی۔

رخصت ہو کر وہ ریجینٹس پارک کے ایک غیر آباد حصہ میں ٹہلتا ہوا اپنے دل سے کئی طرح کی باتیں کرنے لگا۔ پہلا سوال جو اس نے نفس سے پوچھا یہ تھا۔ کیا میرے اندر زو کے لئے محبت ہے؟ جواب ملا نہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا اس سے محبت ہو سکتی ہے؟ جواب میں دل سے ایک آہ سرد نکلی جس کے معنی یہ تھے۔ کہ اس کا جواب بھی نفی ہے۔ اور اب اس معاملہ پر غور کرتے ہوئے اس پر اسرار حسینہ کی تصویر جس کا اس نے ڈیوک آف مارچ مونٹ سے ذکر کیا تھا۔ پیش نظر ہوئی۔ اس نے محسوس کیا کہ میرا دل ہمیشہ کے لئے اس نازنین کی نذر ہو چکا۔ اور اب کسی اور کے پیش نہیں ہو سکتا۔ تیسرا سوال جو اس نے پوچھا یہ تھا۔ کیا مجھے زو سے شادی کی درخواست کرنی چاہیئے؟ چونکہ فطرتاً نیک اور دیانتدار تھا۔ اس لئے یہ خیال آتے ہی اُسے اپنی ذات سے نفرت ہونے لگی۔ دل سے کہا۔ ناقہم کیا میں اتنا ذلیل ہوں کہ دولت کی خاطر اس سے شادی کروں جس کے لئے کشش ہی نہیں ہے نہیں اس سے ہزار درجہ بہتر کہ ساری عمر مفلسی میں گذرے۔ انتہائی احتیاج دیکھنا نصیب ہو۔ تو اس کو بھی برداشت کیا جائے۔ مگر ضمیر کا خون اور اپنی ذات کو خود اپنی نظروں میں ذلیل کرنا۔ یہ کسی حال میں منظور نہیں!"

دو روز بعد مسٹر آرمیٹج کے مکان پر دھوم کا دعوتی جلسہ تھا جس میں لارڈ آکٹیوین میرڈتھ کو بھی مدعو کیا گیا۔ رقص میں وہ زو کا شریک خاص بنا۔ جب وہ پیانو بجانے لگی تو یہ پاس بیٹھ کر اوراق موسیقی پلٹتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک چیز میں جو دو شخصوں کے مل کر گانے کی تھی۔ اس سے شریک سرود بھی ہوا۔ اس کی آواز بھاری۔ خوشگوار۔ زو کی نقرئی اور مہین تھی۔ اس اشتراک سے راگ نے ایک روح پرور دلفریبی حاصل کی۔ اس اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دسترخوان پر زو کے پہلو میں جائے افتخار حاصل کرنے کے بعد لارڈ آکٹیوین رات کے دو بجے اپنے مکان پر واپس گیا۔ تو اس نے سوچا مس آرمیٹج کا حسن واقعی سرور انگیز اور اس کی چتونیں دلفریب ہیں۔ دل سے کہنے لگا عجب نہیں۔ رفتہ رفتہ مجھے اس سے عشق ہونے لگے۔"

اس قسم کے دعوتی جلسوں کے بعد دوسرے دن مہمانوں کو میزبان کا شکریہ ادا کرنے اس کے مکان پر جانا ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر لارڈ آکٹیوین کوئی ڈیڑھ گھنٹہ زو کے پاس رہا۔ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا باپ کچھ اس قسم کا عذر کر کے چلا گیا تھا۔ کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے۔ میا فلاں امیر ابن امیر جو میرے جگری دوست ہیں ملنے آئے ہیں۔ اس ملاقات کے بعد جب لارڈ آکٹیوین کو تنہائی میں اپنے خیالات پر غور کرنے کا موقعہ ملا تو اس نے یقینی طور پر دل

سے کہا۔ "مجھے نہ صرف اس سے عشق ہونا ممکن ہے۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں۔ یہ جذبۂ عشق ابھی سے میرے دل میں پیدا ہو رہا ہے۔"

مگر یہ خیال پیدا ہوا ہی تھا۔ کہ جھٹ ایک اور تصویر نظروں کے سامنے نمودار ہوئی۔ یہ اسی نازنین کی تصویر تھی جس سے اس کو غائبانہ عشق تھا۔ اس وقت اس حسینہ کے چہرہ سے یاس و حسرت برستی تھی۔ لارڈ آکٹیوین کے منہ سے بے اختیار ایک آہ سرد نکلی۔ اور وہ ریجنٹس پارک کی روش پر اس طرح بے تحاشا چلنے لگا۔ گویا کسی طرح اس تصویر کی ملامت آمیز نظروں سے بچنا چاہتا تھا۔ وہ آہ سرد جو اس کے سینہ سے اٹھی تھی۔ فوراً دبا دی گئی۔ اور اس نے اپنے آپ کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ یہ رنج و کلفت بے سود تھی۔ حقیقت میں اس نامعلوم حسینہ سے میرے دل کو تعلق لگا؟ نہیں کسی پیاری صورت کی دید یا کسی پیکر حسن کا جلوہ بے پناہ عموماً اسی قسم کا احساس پیدا کر دیا کرتا ہے۔ اور پھر کسی نامعلوم ہستی سے عشق کرنا یا ایسے عشق سے کوئی امید رکھنا جس میں معشوق سے ہمکلام ہونے کا بھی موقعہ نہ ملا ہو۔ یہ سراسر مضحکہ خیز ہے۔ اس طرح کے استدلال سے وہ اس ہلکی آواز کو جو رہ رہ کر سینہ میں پیدا ہوتی تھی۔ دبانے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر وہ طاقت ابھی دریافت ہونا باقی ہے۔ جو ضمیر کی آواز کو دبا سکے۔ بار بار یہ صدا اس کے کانوں میں پہنچتی تھی کہ جو تو کہتا ہے۔ وہ اصل حقیقت نہیں۔ محض اک آرزو ہے۔ اور آرزوؤں کے بر آنے کو حالات کی موافقت شرط ہے۔ اس قسم کے خیالات سے پھر اک آہ سرد اس کے سینہ سے اٹھتی اور اب کی وہ اتنی زوردار ہوتی کہ دبائے نہ دبتی تھی۔

خیر۔ اس سے اگلے دن وہ پھر مسٹر آرمیٹیج کے مکان پر گیا۔ بظاہر کوئی خاص کام درپیش نہ تھا مگر اس نے یہ عذر معقول سمجھا کہ ایک روز پہلے زو سے موسیقی کے ایک نغمہ جدیدہ کا جو ذکر ہوا تھا اس کی نقل اتفاق سے دستیاب ہو گئی۔ چیز دو شخصوں کے مل کر گانے کی تھی۔ اور چونکہ اس کی آمد پر مسٹر آرمیٹیج کمرہ نشست میں حاضر تھا۔ اس لیے آکٹیوین کا اس نازنین سے مل کر گانے کو آمادہ ہونا کسی پہلو سے قابل اعتراض نہ تھا۔ دونوں نے اسے مل کر گایا۔ اور آکٹیوین نے محسوس کیا کہ مس آرمیٹیج نے پہلے کبھی اس حسن و خوبی سے قابلیت موسیقی ظاہر نہ کی تھی۔ جیسی اس موقع پر کی۔ نہ کبھی اس کے حسن نے ایسی دلفریبی اختیار کی تھی۔ جیسی اس وقت معلوم ہوئی۔ اس موقعہ پر جب وہ اس سے رخصت ہوا۔ تو اس نامعلوم حسینہ کی تصویر کو نظروں سے ہٹانے یا آہ سرد کو دبانے میں پہلے روز کی نسبت کم دشواری کا سامنا ہوا۔ اگلے دن وہ پھر زو سے ملنے گیا۔ اور اس کے بعد ڈیڑھ ماہ تک ہر روز یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر موقعہ پر جب وہ اس کے مکان سے رخصت

ہوتا۔ تو بھی سمجھتا کہ مس آرمیٹج سے میرا عشق روز افزوں ہے۔ اس اثنا میں اس نازنین کا باپ اس سے
بڑھتے ہوئے اخلاق سے پیش آنے لگا۔ اور زو کا حسن سلوک تو بدستور قائم تھا۔ اب اس نامعلوم
حسینہ کا خیال شاذ و نادر اس کے دل میں پیدا ہوتا تھا۔ اور وہ آہ سرد جو اس کی صورت یاد آنے
پر دل سے نکلا کرتی تھی۔ عرصہ دراز سے دب چکی تھی۔ مگر پھر کئی بار سوال پیدا ہوتا۔ کیا زو کو بھی
مجھ سے عشق ہے؟ بارہا وہ سوچتا۔ کیا اس کے دل میں میری محبت کے لئے جگہ ہے؟ یا وہ
مجھ سے جس حسن سلوک سے پیش آتی ہے وہ محض ذہنی موافقت کا نتیجہ ہے۔ اس سوال پر غور کرنے
سے اس کو سخت پریشانی لاحق ہوتی تھی۔ خصوصاً اس لئے کہ اس عرصہ دراز میں زو نے کبھی اس کے
متعلق محبت کی لاگ یا عشق کی جانب داری ظاہر نہیں کی۔ پس وہ سوچا کرتا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ
میں اس سے شادی کی درخواست کروں اور وہ نامنظور کر دے۔ اس کی فطری تمکنت ہرگز اس صدمہ
کو برداشت نہ کر سکتی۔ بالخصوص اس حالت میں کہ ایک طرف امید اور دوسری جانب غیر یقینی
حالت کے باوجود آکٹیوین میریڈیتھ کو صاف نظر آتا تھا۔ کہ مس آرمیٹج سے مجھے اس درجہ عشق ہو گیا
ہے۔ کہ اب میری راحت کا دارومدار اس سے شادی کرنے ہی پر ہے۔ اس موقعہ پر انصافاً ہمیں یہ
بھی تحریر کرنا پڑتا ہے کہ جتنا زیادہ ان کی ملاقاتیں بڑھیں۔ اور آکٹیوین کے دل میں اس نازنین
کے لئے جتنی زیادہ کشش ہوئی۔ مالی فائدہ کا خیال اس کے ذہن سے خارج ہوتا گیا۔ چونکہ فطرتاً فیاض
بلند حوصلہ اور مخیر تھا۔ اس لئے ذاتی اغراض کے خیالات کو قابل نفرت سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ اور
اب یہ خیال پوری طرح اس کے ذہن نشین ہونے لگا۔ کہ زو سے میرا عشق سراسر بے غرضانہ اور
ہر لحاظ سے جائز اور مناسب ہے۔ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ بعض خاص حالات میں انسان اسی بات
کو جس کا وہ متمنی ہو۔ امر فیصل شدہ سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو درجہ حقیقت
دے کر اس زبردست اور اٹل تحریر کو جو پیشانی میں ہے۔ زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ
یہ انہونی ہے۔ پھر بھی انسان کی آرزوئیں اور غلط فہمیاں اتنی زبردست ہیں۔ کہ نہایت تجربہ کار اور
کار آزمودہ شخص بھی ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

خیر جیسا ہم نے بیان کیا۔ زو اور آکٹیوین میریڈیتھ کی ان ملاقاتوں کو چھ ہفتہ کا عرصہ گذر
گیا۔ حتٰے کہ ایک روز میریڈیتھ سہ پہر کو معمول سے ذرا جلد زو سے ملنے آیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ وہ
نازنین کمرہ نشست میں تنہا بیٹھی کوئی کتاب دیکھ رہی ہے جسے اس نے اس کی آمد پر ایک طرف
رکھ دیا۔

مزاج پرسی کے بعد لارڈ اگنیوبین نے کہا۔ "اعتراض نہ ہو تو دیکھ لوں۔ آپ کو کس کتاب سے ایسی دلچسپی ہے۔"

"دیکھ لیجیے۔" نوجوان حسینہ نے متبسم ہو کر کہا۔ "یہ ان مصنفوں میں سے ایک کی لکھی ہوئی ہے جن کی تصانیف مجھے خاص طور سے پسند ہیں۔"

اگنیوبین نے کتاب اٹھالی۔ دیکھا تو گولڈ سمتھ کی مشہور نظم "اجڑا دیار" تھی۔ کہنے لگا "مس آرمیٹج مجھے یقین ہے۔ آپ اپنی بلند ذہانت کی وجہ سے جس کا میں ایک مدت سے قائل ہوں۔ ہماری فیشنبل زندگی کے ادنے اشغل کو نگاہ نفرت سے دیکھتی ہیں۔ کم از کم مجھے ان باتوں سے سخت نفرت ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ جس شخص میں ذہانت نہیں۔ اس کے سینہ میں دل بھی نہیں یعنی اگر سر میں دماغ کی جگہ خالی ہے۔ تو سینہ میں دل کا مقام بھی غیر آباد ہے۔"

"مائی لارڈ میں صحیح طور پر عرض نہیں کر سکتی۔" زو نے جواب دیا۔ "بہر حال ایسی انتہا پسندی میری طبیعت کے خلاف ہے۔ . . ."

"شائد آپ کو اس لئے اپنے خیالات کے اظہار میں تامل ہے۔ کہ اگر آپ اس کلیہ کو مان لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ آپ سراپا دل ہیں۔ کیونکہ میں آپ کو مجسم ذہانت سمجھتا ہوں۔ مس آرمیٹج۔" اس نے بڑھتے ہوئے جوش سے کہا۔ "واقعی اگر میرے پاس ہر دو جہان کی دولت ہوتی۔ تو مجھے آپ کے قدموں پر نثار کرنے میں ذرا تامل نہ ہوتا۔"

زو نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس کے چہرہ کی رنگت جلد جلد تبدیل ہونے لگی۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ نہیں جانتی اس کا کیا جواب دے۔ دوسری طرف گو میر بڈ نفد کے لئے اس کا اندازہ کرنا دشوار تھا۔ کہ میرے اس بیان سے وہ خوش ہوئی ہے یا ناراض۔ بہر حال اس بارہ میں کوئی شک نہ تھا کہ اس کے دل پر اس کے الفاظ کا اچھا یا برا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا ہے۔ کیونکہ اس کی صورت کہے دیتی تھی۔ کہ وہ اس سے بے اثر نہیں رہی۔

التجائی انداز سے کانپتے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا "مس آرمیٹج اگر میرے الفاظ سے آپ کے قلب نازک کو صدمہ پہنچا ہے۔ تو میں دل سے معافی چاہتا ہوں۔ بخدا آپ کو رنجیدہ کرنا مجھے کسی حال میں منظور نہیں۔ فرمائیے۔ کیا میرے الفاظ آپ کے لئے باعث ملال ہیں؟"

"نہیں مائی لارڈ!" اس نازنین نے اس قدر ہلکے لہجہ میں جواب دیا۔ کہ الفاظ بمشکل سنائی دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی اس نے امیر موصوف کی طرف ایسی نظر سے دیکھا جس سے اول مرتبہ

اُس سے معلوم ہوا۔ کہ اس نازنین کے دل میں میری نسبت کس قسم کے خیالات ہیں۔

کہنے لگا۔ "اس صورت میں میں امید کرسکتا ہوں۔ کہ آپ میری ہستی ناچیز کی تمنائے صادق سے بے خبر نہیں ہیں۔ مس آربیتھ گو میرے پاس دولت نہیں ہے۔ جسے میں آپ کے قدموں پر نچھاور کرسکوں۔ تاہم سینہ میں ایک بامحبت اور وفادار دل ضرور ہے۔ جسے میں آپ کو پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کیا آپ اس تحفۂ حقیر کو شرف قبول عطا کریں گی؟" اور یہ کہتے ہوئے وہ اس کے قدموں میں دوزانو ہوگیا۔

زو نے اب تک دوسری طرف منہ پھیر رکھا تھا۔ اور اس کے عارض گلگوں کی رنگت جلد جلد بدل رہی تھی۔ لارڈ آکیٹوین کے سوال کا اس نے زبانی کچھ جواب نہ دیا۔ ہاں چپ چاپ اپنا دست حنائی اسے پیش کیا جسے اس نے ہاتھ میں لے کر منہ سے لگایا۔ مگر جس وقت اس کے لبوں نے اس کی مخروطی انگلیوں کو چھوا۔ اس نازنین نے فوراً اپنے ہاتھ کو آہستگی۔ مگر استقلال کے ساتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اور اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے ہلکی صاف آواز میں کہنے لگی۔ "آپ اس معاملہ کو والد سے طے کرسکتے ہیں۔" پھر آہستہ اس نے یہ بھی کہا "میری رائے میں یہ معاملہ سب سے اول انہی کے روبرو پیش ہونا چاہئے تھا۔"

اب آکیٹوین بھی اُٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ فکر پیدا ہوئی۔ کہیں ہاتھ کا بوسہ باعث ملال نہ ہوا ہو۔ مگر نہیں اس کے چہرہ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا۔ ایسا نہیں ہے۔ زو کے انداز سے محض دوشیزگی کا وقار اور والدین کی اطاعت گذاری کا اظہار ہوتا تھا۔ پس اگرچہ اس سے پہلے ہی وہ اس کی نظروں میں درجہ احترام رکھتی تھی۔ مگر اب اس کی عزت دہ چند ہوگئی۔

اس کی طرف پیار کی نظروں سے دیکھتے ہوئے آکیٹوین نے کہا۔ "آپ کی اجازت سے کیا مسٹر آربیتھ سے کہ دوں کہ وہ راضی ہیں؟"

زو کی آنکھیں فرش زمین کی طرف جھک گئیں۔ اور چہرے سے حیا مگر استقلال کا اظہار ہونے لگا۔ مرتعش آواز سے کہنے لگی "مائی لارڈ یہ کہنا کہ میرا دل جذبات سے متاثر نہیں ہوا محض کذب تصنع ہوگا۔ پس اگر آپ والد کی اجازت حاصل کرسکیں۔ تو پھر مجھے انکار نہیں۔ یہ نہ خیال فرمائیے۔ کہ میں اس عزت کو محسوس نہیں کرتی۔ جو آپ مجھے عطا کررہے ہیں۔ یا اس مبالغہ سے بے خبر ہوں جو آپ نے از راہ کرم میری ذات کی نسبت کیا ہے۔۔۔"

"زو جان سے پیاری زو!۔۔۔" آکیٹوین نے جوش سے کہا "کبھی تمہاری صورت میری

نظروں میں اتنی دلفریب نہ تھی۔کبھی تمہارا انداز اس درجہ قابل احترام نہ تھا۔جیسا آج ہے۔اگر تمہارے والد رضا مند ہوئے تو سچ جانو۔میری زندگی کا فرض اول تمہاری خوشنودی مزاج حاصل کرنا ہوگا۔اور بس۔۔۔"

اس نے پھر ایک بار اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر لبوں سے لگایا۔اور اس مرتبہ اس نازنین نے اُسے فوراً ہی نہیں ہٹا لیا۔ایک لمحہ وہ اس کے لبوں سے لگا رہا۔پھر وہ زو کی طرف جس کے چہرہ پر حیا کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔محبت کی نظر سے دیکھ کر کمرہ سے رخصت ہوا۔اس کے جانے پردہ وارد نہ ہوتے ہی وہ اس صوفہ پر بیٹھ گئی۔جس سے اُٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔اور دلی جوش سے کہنے لگی۔"آہ! پاک خدا۔اسے مجھ سے عشق ہے! اسے بھی مجھ سے عشق ہے!"

حسن اتفاق دیکھئے کہ زو کو جس شخص سے خفیہ محبت تھی۔وہ آکٹیوین میرڈیتھ ہی تھا۔اس طرح پر اس کے باپ کی منصوبہ بازی نے اتفاق عجیب سے خود اس کی آرزوؤں کو برلانے کی صورت پیدا کی۔ہم نے عجیب کا لفظ عمداً اس لئے استعمال کیا ہے۔کہ عملی دنیا میں ایسے واقعات بہت کم ظہور میں آتے ہیں۔کہ جس شخص کو والدین نے کسی ادنے غرض سے فرزندی میں قبول کرنے کا ارادہ کیا۔وہی حقیقت میں ان کی بیٹی کا دلدار نکلا۔بہر حال موجودہ صورت میں اسی طرح ہوا۔اور گو مس آرمٹیج طبعاً جوشیلی نہ تھی۔کہ اس موقعہ پر غیر معمولی اضطراب ظاہر کرتی۔تاہم یہ کہنا۔کہ اس کا دل اس خوشی سے متاثر نہیں ہوا۔داخل ریا اور زو کی نسبت یہ کہنے کے برابر ہوگا۔کہ وہ ان جذبات لطیف سے جو عورت کا حصہ سمجھے گئے ہیں محروم تھی۔لیکن گو باطن میں اس کا دل امید و بیم سے بے چین تھا۔تاہم بصورت ظاہر اس کے سکون میں خلل نہیں آیا۔گو اس کے ساتھ ہی ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں۔کہ اس کا باعث دو رخہ پن کی عادت نہ تھی۔کیونکہ وہ ایک سادہ مزاج بے ریا اور معصوم لڑکی تھی۔مگر جیسا اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔طبعاً جوش کی عادی نہ تھی۔اس کے حسیات عمیق اور بہت کم سطح پر نمودار ہوتے تھے۔اس لئے جیسا ان حالات میں ہونا چاہیئے وہ زیادہ پاک۔اور زیادہ مضبوط تھے۔

زو کی یہ امید و بیم کی حالت بہت عرصہ قائم نہ رہی۔کیونکہ نصف گھنٹہ کے عرصہ میں دروازہ کھلا۔اور آکٹیوین داخل ہوا۔اُس کی صورت سے اہتزاز و مسرت کے ساتھ حیرت کا اثر بھی ظاہر تھا۔زو نے اس کی ملاقات کا نتیجہ فوراً معلوم کر لیا۔اور اب جس وقت اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔تو اس نازنین نے اُسے فوراً ہی نہیں کھینچا۔اور نہ اس وقت دکھاوے

کے لئے پرے ہٹی۔ جب اس نے منظور شدہ عاشق کی حیثیت میں اس کی پاک اور شفاف پیشانی کو پہلا بوسہ دیا

مسٹر آرمیٹیج نے اس موقعہ پر آکٹیوین سے جو سلوک کیا۔ اس پر اس کا حیرت زدہ ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ گو ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اپنے دلائل سے اس کے دل میں کئی طرح کی امیدیں پیدا کر دی تھیں تاہم اس شخص کی خود پروری کا جو حال اس کو معلوم تھا۔ اس کی بنا پر اسے بہت کم امید تھی۔ کہ مجھ ایسے محروم الارث جوان کو اس آسانی سے فرزندی میں قبول کر لیا جائے گا۔ پھر بھی منظوری صادر کرتے ہوئے مسٹر آرمیٹیج نے لاپروائی کا وہ انداز اختیار کر لیا جس میں اسے کمال حاصل تھا اور اشارتاً یہ بھی کہا کہ گو میں زو کی شادی کسی ایسے شخص سے نہ کرنا چاہتا تھا جس کے پاس خطابی دولت کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ اور میری آرزو تھی کہ اسے اپنے ہی طبقہ کے کسی نوجوان سے بیاہ دوں۔ تاہم اگر وہ رضامند ہے تو میرے لئے انکار واجب نہیں۔

سلسلہ تقریر میں اس نے کہا۔ "زو میری عزیز بیٹی ہے۔ اور مجھے اس سے اتنی محبت ہے کہ میں کسی معاملہ میں اس کی خوشی میں مزاحم نہیں ہونا چاہتا۔ میں اگر۔ جیسا تم نے بیان کیا ہے۔ واقعی اسے تم سے محبت ہے۔ تو مجھے بھی انکار نہیں۔ میری تمام دنیاوی خواہشات کا مرکز یہ ہے کہ زو خوش رہے اور کسی معاملہ میں اس کو رنج نہ پہنچے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان الفاظ کو تم بیدردانہ تفخر پر محمول نہ کروگے کہ زو کی ذات میں میں تمہیں ایک بیش بہا خزانہ دے رہا ہوں۔ اے عزیز اس سے ہمیشہ عنایت کا سلوک کرنا۔ اور اپنے طرز عمل سے ثابت کر دکھانا کہ تم اس تحفہ گرانقدر کی قیمت کو اچھی طرح سمجھتے ہو۔ جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ ایسا کروگے تو میری طرف سے اظہار ممنونیت میں کوتاہی نہ ہوگی۔"

لارڈ آکٹیوین نے ان باتوں کا مناسب جواب دیا۔ اور اس موقعہ پر مسٹر آرمیٹیج کی لفاظی کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ سمجھنے لگا۔ یہ شخص زر پرست اور خود پرور ہونے کے باوجود نیک نہاد ہے۔ باتوں باتوں میں مسٹر آرمیٹیج نے لارڈ آکٹیوین سے اس جہیز کا ذکر بھی کر دیا۔ جو وہ بیٹی کو شادی پر دینا چاہتا تھا۔ اور اس کے متعلق ترکیب تصفیہ کا حال بھی کہا۔ جس میں ضمناً اس رقم کا ذکر آ گیا۔ جو اس سلسلہ میں آکٹیوین کو بطور جیب خرچ ملنی تھی۔ ان سب باتوں پر ہیر یڈتھ نے ہر لحاظ سے اطمینان ظاہر کیا۔ کیونکہ وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ کسی مالی تحریص کے اثر میں نہیں ہے۔ اثنائے گفتگو میں مسٹر آرمیٹیج نے کہا۔ کہ اگر تمہیں کسی شخص کی رقوم قرضہ ادا

کرنی ہوں۔ تو فوراً ادا کی جاسکتی ہیں۔ مگر آکٹیوین نے غرور و تمکنت سے اس کا جواب نفی میں دیا کیونکہ قرض حاصل کرنے کا تلخ تجربہ ایک بار ہونے کے بعد وہ پھر اس جھنجھٹ میں پڑنا نہ چاہتا تھا مگر اس موقعہ پر اس نے جو جواب دیا۔ اس سے کسی امیرانہ تکبر کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔ ہاں اس کے الفاظ اس وقار و تمکنت پر مبنی تھے جس کا اظہار اس شخص کی طرف سے ہوا کرتا ہے جسے اپنی راست شعاری کا یقین ہو اور جو ان تحریصوں اور ترغیبوں سے محفوظ رہا ہو۔ جو ایک مدت سے اس کو گھیرے ہوئی تھیں۔

اس ملاقات کے بعد آکٹیوین رخصت ہوا تو جیسا بیان کیا گیا ہے اُسے مسٹر آرمیٹیج کے مخلصانہ اور مشفقانہ طرز عمل پر حیرت تھی۔ مگر دوسری جانب خود مسٹر آرمیٹیج کو یہ جان کر کچھ کم تعجب نہیں تھا۔ کہ زوکو اس شخص سے دلی محبت ہے۔ مگر اس نے اس بارہ میں زیادہ غور و فکر غیر ضروری سمجھا۔ اس کے لئے یہ امر بجائے خود اطمینان بخش تھا۔ کہ حسن اتفاق سے زو اس طریق کار پر چلنے کو آمادہ ہے جس پر میں چلنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس طرف سے فارغ ہوتے ہی وہ اس واقعہ کی طلاع ڈیوک آف مارچ مونٹ کو دینے سیدھا بلگریو سکوبر کی طرف روانہ ہوا۔

اس کے ایک ماہ بعد اگست ۱۸۴۲ء کے آخری ایام میں رسم شادی ادا ہوئی۔ مسٹر آرمیٹیج مصر تھا کہ اس تقریب پر خوب دھوم دھام ہو۔ پس اس وقت کے لئے عظیم تیاریاں کی گئیں۔ زو کی خواہش یہی تھی کہ رسم نکاح جہاں تک ممکن ہو سادگی سے عمل میں لائی جائے۔ مگر جیسا بیان کیا گیا ہے۔ وہ باپ کے حکم کے خلاف رائے جوئی کی عادی نہ تھی۔ پس اس موقعہ پر کہ وہ سمجھتی تھی اس نے سب کام میری خوشی اور خوشنودی کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے۔ کیونکر معترض ہوتی۔ غرض وہ ہر قسم کی تیاریوں کو چپ چاپ دیکھا کی۔ مگر لباس عروسی کی تفصیلات طے کرنے کا کام اس نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ اس میں وہ بہرصورت اس سادگی کو برقرار رکھنا چاہتی تھی۔ جو اس کی فطرت کے مطابق تھی۔ دعوت ولیمہ کا انتظام بڑے تزک و احتشام سے کیا گیا۔ اور گو مسٹر آرمیٹیج کے پاس چاندی کے برتنوں کی پہلے بھی کمی نہ تھی۔ تاہم اس بہانہ سے اس نے دو تین ہزار کے اور خرید لئے۔ اسی طرح جن لوگوں کو اس تقریب پر مدعو کیا گیا ان کی تعداد اس سے بہت زیادہ تھی۔ جس قدر زو کو منظور ہوتی۔ مگر جیسا کہا گیا ہے۔ وہ ان باتوں میں باپ کے انتظامات پر معترض ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے دعوت شادی میں شرکت کا وعدہ کر لیا تھا۔ اس سے مطمئن ہو کر مسٹر آرمیٹیج نے ان کے گرجا میں آنے پر اصرار نہ کیا۔

بدقسمتی سے جس روز شادی ہونی تھی۔ اس سے پہلی رات مسٹر آرمیٹیج کو نقرس کا دورہ ہوگیا۔ اور ڈاکٹر نے ہدایت کی کہ آپ کسی حال میں گھر سے باہر نہ جائیں۔ زو کو اس واقعہ سے بہت رنج ہوا۔ اور اس نے باپ سے درخواست کی کہ آپ رسم شادی کو چند دن کے لئے ملتوی کر دیں۔ لیکن مسٹر آرمیٹیج اس پر رضامند نہ ہوا۔ سب تیاریاں عمل میں آ چکی تھیں۔ اور وہ چاہتا تھا۔ رسم جس قدر جلد ہو سکے ادا کر دی جائے۔ زو نے مکرر اصرار کیا۔ اور ابھی باپ بیٹی میں باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ میرڈیتھ آ گیا۔ جس کے چہرہ کی شگفتگی ظاہر کرتی تھی۔ کہ کوئی نہایت اہم اور دلخوش کن خبر لایا ہے۔ مگر جس وقت اس نے مسٹر آرمیٹیج کو پاؤں میں پٹیاں باندھے ایک کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اور اپنے زو کے عارض گلگوں پر قطرات اشک نظر آئے تو اس کی خوشی بھی افسردگی میں بدل گئی۔ درحقیقت وہ یہ خبر لایا تھا۔ کہ رقعات شادی جو رسماً اس کے باپ اور دو بھائیوں کے نام بھیجے گئے تھے۔ منظور ہو گئے۔ اور وہ ان کے تحریری جوابات مسٹر آرمیٹیج کے نام خود لیکر آیا تھا۔ رقعات کی تحریر خلیقانہ تھی۔ اور ان کے سلسلہ میں آگسٹین نے بیان کیا۔ کہ اب اپنے رشتہ داروں سے میری قطعی مصالحت ہو چکی ہے۔ مسٹر آرمیٹیج اول تو پہلے ہی شادی کے التوا کے خلاف تھا۔ مگر اپنی علالت اور زو کی مخالفت سے اگر اس کے دل میں کچھ تھوڑا بہت تامل پیدا بھی ہوا تو وہ اس تازہ اطلاع سے بالکل رفع ہو گیا۔ زو نے جب مزید اصرار بیکار سمجھا۔ تو باپ کی مرضی کے سامنے جھک گئی۔ اور اسکی بیماری کے لئے جو رنج و غم دل میں جاگزین تھا۔ وہ کچھ تو باپ کے اس بیان سے کہ میں دعوت شادی میں ضرور شریک ہونگا۔ اور کچھ آگسٹین کی اپنے رشتہ داروں سے مصالحت کی وجہ سے رفع ہو گیا۔

خیر اس کے دوسرے دن رسم شادی ادا ہوئی۔ مارکوئیس آف پنشرسٹ ایک دراز قامت سوکھا ہوا۔ زرد رو۔ بڈھا امیر اپنے دو بڑے بیٹوں کے ساتھ سویرے ہی مسٹر آرمیٹیج کے مکان پر آ گیا۔ اور گو آخر الذکر سے ان کا سلوک سرد مہری سے کچھ ہی اوپر تھا۔ تاہم زو سے وہ بڑے خلق و خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے حسن جانستاں اور سادگی انداز سے متاثر ہو گیا۔ لارڈ پنشرسٹ نے مسٹر آرمیٹیج سے کہا۔ میری طرف سے آگسٹین کو ۵۰۰ سالانہ کا جو وظیفہ ملتا تھا۔ اب دائمی ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس تقریب شادی پر اس نے ایک ہزار پونڈ دولہا کے حساب میں اس کے بنک میں بھی جمع کرا دیئے۔

دو معزز گھرانوں کی لڑکیوں نے دلہن کی سہیلیوں کا فرض ادا کیا۔ اور چونکہ دلہن کا باپ بیمار تھا۔ اس لئے رسم حوالگی ایک ارل کی طرف سے ادا ہوئی۔ رسم بکنگھم پلیس کے فیشن ایبل حلقہ

کے آل سولز گرجا میں ادا ہوئی۔ اور ہم اس کے متعلق اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ دلہن کا حسن
برق پاش اور اس کا جمال جانسوز کبھی ایسا نمایاں نہ ہوا تھا۔ جیسا اس موقعہ پر ہوا۔ پھر جب دعوت
ولیمہ کا وقت آیا تو ایک طرف قیمتی ظروف کی نمائش اور دوسری جانب الوان نعمت کی افراط نے وہ
شان نمود پیدا کی۔ جو مسٹر آرمیٹیج کی بہترین خواہشوں کے مطابق تھی۔ حسب وعدہ ڈیوک آف مارچ
مونٹ بھی دعوت میں شریک ہوا۔ اور اگلے روز اخباروں نے مہمانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ "اس
جلسہ دعوت میں فیشنیبل دنیا کے جملہ منتخب اصحاب موجود تھے۔" دعوت ختم ہونے پر زو با محبت دل
شکر گزار اشک آلود آنکھوں سے باپ سے جدا ہوئی۔ دولہا نے اس کو سہارا دے کر اس شاندار گاڑی
پر سوار کیا جو دلہن کے باپ نے سامان جہیز میں پیش کی تھی۔ اور دو نو ماہ عسل کا زمانہ بسر کرنے
کسی ساحلی مقام کی طرف جہاں ان کی سکونت کا پہلے سے انتظام کر دیا گیا تھا۔ روانہ ہوئے۔

باب۔ ۱۲

نازنین

زو آرمیٹیج اور لارڈ آکٹیوین میبر ڈیتھ کی شادی کو ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ وسط اکتوبر میں عروسی
جوڑا لندن واپس ہوا۔ جہاں انہوں نے ریجنٹس پارک میں مسٹر آرمیٹیج کے مکان کے عین سامنے ایک
مکان کرایہ پر لیکر رہنا شروع کیا۔ زو کی دلی تمنا یہ تھی۔ کہ باپ کے پاس رہے۔ تاکہ اسے ہر روز
نہیں تو اکثر مل سکے۔ اور چونکہ لارڈ آکٹیوین کو انتخاب سکونت میں کوئی خاص امر پیش نظر نہ تھا اس
لئے اس نے دلہن کا انتظام ہی منظور کیا۔ زو کی خوش خصالی۔ ذہانت اور فطانت کی نسبت جو رائے
اس نے بیشتر قائم کی تھی۔ ماہ عسل میں اس کی اور تصدیق ہو گئی۔ اس کے تمام محاسن نے اس مختصر
عرصہ میں کچھ ایسی بالیدگی حاصل کی کہ وہ جو پہلے ہی اس پر دال و شیدا ہو چکا تھا۔ اور زیادہ
مفتون ہو گیا۔ اس کے حلم و اخلاق۔ اس کے اخلاص و راست شعاری اس کی ذہانت و معصومیت
سب باتوں نے آکٹیوین کے دل پر اثر کیا۔ عشق نے حصول مدعا کے بعد اس کے حسن میں اور بھی چار چاند
لگا دیئے۔ گو امر واقعہ یہ ہے کہ ایسا حسن جو پہلے ہی ہر لحاظ سے مکمل ہو۔ اس کے سوا کیا ترقی کر سکتا
ہے۔ کہ اس کی نسبت شاعرانہ غلو سے کام لیا جائے۔ مختصر یہ کہ اب لارڈ آکٹیوین کے برابر خوش
و خورم۔ مسرور اور مطمئن شخص ان نواحات میں کوئی بمشکل تھا۔

دلہا دلہن کو شہر میں واپس آئے تھوڑے دن ہوئے تھے۔ کہ ایک روز سہ پہر کے وقت لارڈ آکٹیوین
رد جہیز کی نسبت بعض معاملات کے تصفیہ کے لئے اپنے خسر مسٹر آرمیٹیج کے مکان پر گیا۔ آخر الذکر
اس اثنا میں دورہ نقرس سے پوری طرح شفایاب ہو چکا تھا۔ اور اس کی عادات میں اب پھر وہی
اگلی پھرتی اور تیزی آ چکی تھی۔ کام جلدی ہو گیا جس کے بعد آکٹیوین اس سے رخصت ہو کر پیدل
ہی اپنے مکان کی طرف چلا۔ وہ اس سڑک پر چل رہا تھا۔ جو کالیتڑم کے پاس شاہراہ سے پھٹ کر اندر کی
طرف جاتی ہے۔ کہ تھوڑے فاصلہ پر اسے ایک آدمی نظر آیا جو ایک جوان عورت کا ہاتھ پکڑے جس
نے سادہ مگر صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا۔ اسے خلاف مرضی روکنے کی کوشش کرتا اور بے شبہ
کچھ اس قسم کے الفاظ کہہ رہا تھا جن کی وجہ سے اس نازنین کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ تھا۔ وہ
اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی۔ اور حالت خشم میں کچھ کہہ رہی تھی۔ جس کی آواز آکٹیوین
کے کانوں میں بھی پہنچی۔ مگر۔ آہ! اس کی صورت کو۔۔ اس نے فوراً پہچان لیا۔ اور اس طرح تیز دوڑ کر
ان کے قریب پہنچا جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر چلتا ہے۔ جاتے ہی اس نے مرد کو پٹخنی دے کر فرش زمین
پہ گرا دیا۔ اور عورت حیران ہو کر الگ کھڑی ہو گئی۔ اس میں شک نہیں وہ نازنین اس کی جانی
ہوئی تھی۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ وہ اس کے لئے سراسر اجنبی ہوتی۔ تو بھی اس کا طرز عمل یقیناً ایسا
ہی ہوتا۔

مرد شرمندہ ہو کر کپڑے جھاڑتا ہوا۔ فرش سے اٹھا اور خشمناک ہو کر کہنے لگا۔ "دیکھو صاحب تم
خواہ کوئی ہو۔ اس گستاخی کا جواب دینا ہوگا۔"

"گستاخی تم ایک شریف عورت سے کر رہے تھے۔" آکٹیوین نے سکون وقار سے جواب دیا۔ "جس
کے لئے تمہیں سزا دی گئی۔ لیکن اگر اتنی مار کھا کر بھی تمہارا اطمینان نہیں ہوا۔ تو بہت اچھا۔ میں اور زیادہ
اطمینان کر دوں گا۔ یہ لو میرے نام کا کارڈ ہے۔"

"بہتر۔" اجنبی نے کارڈ ہاتھ میں لے کر اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ "میں بہت جلد تمہیں اطلاع
دوں گا۔" اور یہ کہہ کر وہ کوٹ کی آستین سے گرد جھاڑتا ایک طرف کو ہو لیا۔

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے مختصر لفظوں میں اس نازنین کا حال لکھنا بھی ضروری معلوم
ہوتا ہے۔ جسے میر بیڈ نے ایک اجنبی شخص کے گستاخانہ سلوک سے بچایا۔ اور جو حقیقت میں وہی
نامعلوم حسینہ تھی جس سے اس کو غائبانہ عشق تھا۔ اس کے حسن وجمال کا اندازہ تو ناظرین نے بیشتر
اسی بات سے کر لیا ہوگا۔ کہ آکٹیوین ایسے شکیل وخوش [illegible] جوان کے دل میں اس کے [illegible] کی لاگ

پیدا ہوئی۔ رہ گیا وصف ثانی یعنی کم سنی کا۔ سو وہ بھی اس میں موجود تھا کیونکہ اس کی عمر سولہ کیا سترہ سال سے ہرگز زیادہ نہ تھی۔ چھریرا بدن رکھنے کے باوجود تناسب کی موزونیت نے اس میں بالیدگی حسن کی نادر مثال پیدا کر رکھی تھی۔ چہرہ کی رنگت سپید مگر حسن و صحت کی مظہر تھی۔ کیونکہ اس سپیدی کے اندر خون کی سرخی ناقابل محسوس طریق پر نمودار ہو کر اسے جاندار رنگت دیتی تھی۔ آنکھیں موٹی سیاہ اور چمکیلی۔ مگر ان کی ضیائے برق پاش کو روکنے کے لئے ایک ظاہر ایک باطن دو محافظ موجود تھے۔ یعنی ظاہر میں نوک سناں سے سلح لمبی آہوی پلکیں۔ اور باطن میں وہ حیائے دوشیزگی جو آنکھ کو اونچا اٹھنے سے روکتی ہے۔ بالوں کی رنگت غایت درجہ سیاہ۔ مگر یہ سیاہی لیلائے شب کی زلفوں کی طرح تابش سے خالی نہیں۔ بلکہ پر زاغ کی طرح چمکدار تھی۔ گیسوؤں میں وصف درازی کے ساتھ ابریشم کی نرمی بھی تھی۔ اور وہ اس کے دلکش چہرہ کے دونوں جانب حلقہ زن اور اس سے پرے سپید دودھ سے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ہونٹوں کی رنگت گلابی اور ان کے اندر دانت مجلا موتیوں کی دو لڑیوں کی صورت رکھتے تھے گو اس وقت اس واقعہ کی بدولت جس کا مختصر حال اوپر لکھا گیا ہے۔ وہ قدرے جوش کی حالت میں تھی۔ تاہم بحالت سکون اس کے بشرہ سے راست شعاری، عصمت اور پاکبازی کے وہ اثرات خاص ظاہر ہوتے تھے۔ جو عورت کے بہترین محافظ سمجھے جاتے ہیں۔ اور جن کی موجودگی میں کسی شخص کا اس خیال خام کو دل میں جگہ دینا ہی باعث حیرت تھا۔ کہ وہ اس کی ناشائستہ گفتگو سننے کو آمادہ ہوگی اسی طرح حالت سکون میں اس کے خوشنما چہرہ سے اک اثر درد۔ اک نشان فکر۔ ایک نامعلوم شائبہ غم ظاہر ہوتا تھا۔ جو اس کے جمال دلنواز میں تخفیف کی بجا اضافہ کا موجب تھا۔ لباس کی سادگی کا ذکر ہم بیشتر کر چکے ہیں۔ اس لیے فقط اتنا اور لکھنا باقی ہے کہ اس کے ہر اشارہ۔ ہر انداز۔ ہر ادا سے ایک قدرتی شان نزاکت برستی تھی۔ آنکھیں تیز ہونے کے باوجود جذبات کی آتش جانسوز سے معرا تھیں بخلاف ازیں ان میں وہ فاخشی انداز معصومیت پایا جاتا تھا جسے ناقدان حسن نے صرف نیلگوں آنکھیں کا جوہر سمجھا ہے۔ مگر جو ہماری رائے میں سیاہ آنکھوں میں بھی پایا جا سکتا ہے۔ چہرہ کی ساخت خالص تر یونانی اور بالائی ہونٹ میں وہ ہلکا تیز خم موجود تھا۔ جو صرف عالی خاندان مستورات میں پایا جاتا ہے یا ان پاکباز عورتوں میں جن کا وقار نسوانی انہیں دروغ و ریا سے ہمیشہ نفور رکھتا ہے۔

ایسی وہ نازنین تھی جو اس وقت لارڈ آکٹیوین ہیرنڈیفو کے پاس اس اجنبی کے ذلیل و شرمسار ہو کر چلے جانے کے بعد تنہا رہ گئی۔ جس وقت وہ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا تو اس نازنین کا چہرہ غصہ اور جوش نسوانی سے سرخ تھا۔ مگر جیسے وہ رنگا رنگ فرش زمین پر گرا۔ اس کے رخساروں کی رنگت

سنگ مرمر کی طرح سپید ہوگئی۔ وہ لڑکھڑا کر سڑک کے کنارہ آہنی باڑ کے ساتھ لگ گئی۔ اور جوش و اضطراب دبا کر اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے کو موزوں الفاظ سوچنے لگی۔ مگر جس وقت اس نے اس اوباش شخص کو جسے لارڈ آکٹیوین نے آن واحد میں فرش زمین پہ گرا دیا تھا۔ دھمکیاں دیتے اور جواب طلبی کا ذکر کرتے سنا تو دفعتاً ان معاملات نے اس کے تخیل میں ایسی اہمیت حاصل کی۔ کہ گو دنیا دی معاملات سے بے خبر اور رفتار زمانہ سے قطعاً ناتجربہ کار تھی۔ تاہم فوراً یہ خیال دل میں جاگزین ہوا کہ میری وجہ سے دونوں میں ڈوئیل[۵] ہونے کا احتمال ہے۔ یہ سوچتے ہی ایک مہلک خوف اس کے ہر رگ و ریشہ میں جاگزین ہوگیا۔ کیونکہ اس معصوم و پاکباز حسینہ کے لئے یہ امر غائت درجہ روح فرسا تھا۔ کہ میری ہستی ناچیز کی خاطر دو شخصوں کی جانیں خصوصاً میرے بے غرض محسن کی زندگی خطرہ میں ہے۔

اتنے میں لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ نے اس نازنین کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اور کہا "میں امید کرتا ہوں اب آپ کی طبیعت اس صدمہ جانگداز سے جو اس حادثہ کی وجہ سے پیش آیا۔ بحال ہوگئی ہوگی"۔

"صاحب میں آپ کا ہزار بار شکریہ ادا کرتی ہوں"۔ حسینہ نے تھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "میں آپ کے اس فیاضانہ احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ مگر ان لفظوں کو سن کر جو ابھی اس گنوار شخص نے آپ سے کہے تھے۔ میرے دل میں فکر سی پیدا ہوگئی ہے"۔ پھر زیادہ تشویش کے لہجہ میں تقریر جاری رکھتے ہوئے اپنی خوشنما سیاہ آنکھیں آکٹیوین میریڈیتھ کے چہرہ کی طرف اٹھا کر التجائی انداز سے کہنے لگی۔ "دیکھیئے میں درخواست کرتی ہوں . . . میری التجا ہے۔ اس حقیر معاملہ کی وجہ سے کسی جان کو خطرہ میں نہ ڈالا جائے"۔

"آپ کسی فکر و تشویش کو دل میں جگہ نہ دیں"۔ نوجوان امیر نے ہلکے مسکن لہجہ میں جو اس کی خوش آئند آواز سے ملکر اور بھی خوش گوار ہوگیا تھا۔ کہا "جس شخص نے آپ سے اس قسم کی گستاخی کی جرأت کی وہ یقیناً بزدل ہوگا۔ اور بالفرض وہ دنیا کی حقارت کے خوف سے ڈوئیل لڑنے پر آمادہ بھی ہو۔ تو اطمینان فرمائیے میں بہت جلد اس کو سیدھا کر دوں گا"۔

"الہی تو کیا واقعی آپ اس سے لڑیں گے؟ کیا حقیقت میں آپ کی زندگی کو خطرہ پیش آئے گا؟" حسینہ نے یہ معلوم کرکے کہ میرے بدترین اندیشے راست ہوئے۔ بحالت اضطراب میں کہا۔

---

[۵] دو شخصوں میں تکرار کی نوبت آئے تو اس کے تصفیہ کے لئے تلوار پستول وغیرہ کی مدد سے کھلے میدان میں مقابلہ ہوتا ہے جسے ڈوئیل کہتے ہیں۔ اکثر اوقات ایک اور شاذ حالتوں میں دونوں ہلاک یا زخمی ہو جاتے ہیں۔ مگر دونوں بچ جائیں تو درستانہ تعلقات کے آغاز کے نشان میں ایک دوسرے سے ہاتھ ملا لیتے ہیں (مترجم)

"اُوہ ۔ مگر آپ کو میری ہنسی ناچیز کی کیوں فکر ہے؟" آکٹیوین میریڈیتھ نے کہا ۔ اور اس وقت اپنے دل میں اس نے انہی جذبات کو محسوس کیا ۔ جو ایک زمانہ میں اس اجنبی حسینہ کی نسبت اس کے دل میں تھے ۔ اور جو اگرچہ زو سے عشق پیدا ہونے کے بعد ایک حد تک دب گئے تھے ۔ مگر اب موقعہ ملنے پر پھر دفعتاً بیدار ہو گئے ۔

"اے صاحب ۔ یہ سوال کیا پوچھنے کا ہے؟" نازنین نے بدستور کپکپاتی ہوئی آواز سے کہا اور اس وقت اس کی نگاہ سے آشفتگی کا اظہار ہوتا تھا ۔ "کسی کی جان کو خطرہ ہونے کا خیال ہی میری روح کو کچھ کم صدمہ نہیں پہنچاتا ۔ چہ جائیکہ وہ جان اس شخص کی ہو جس نے مجھ پر اتنا بھاری احسان کیا ۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے جوش سے مغلوب ہو کر اپنا نازک ہاتھ میریڈیتھ کے بازو پر رکھ دیا ۔ پھر التجائی انداز سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی ۔ "دیکھئے خدا کے لئے اس شخص کے مقابلہ میں نہ آئیے ۔ جس نے اپنے طرزِ عمل سے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر ثابت کر دیا ہے ۔"

اس کا ہاتھ ہر چند دستانہ میں بند تھا ۔ اور اس نے اسے اس کے بازو پر نہایت آہستگی سے رکھا پھر بھی اس خفیف تعلق سے ہی ۔۔۔ نے کی ایک ۔ نامعلوم لہر آکٹیوین میریڈیتھ کے ہر رگ و ریشہ میں پھیل گئی اس کے قلب میں اس قسم کے احساسات پیدا ہوئے ۔ جو اس سے پیشتر زو کے قرب سے کبھی پیدا نہ ہوئے تھے ۔ اور اس وقت برق کی تیزی رفتار سے یہ خیال اس کے ذہن نشین ہوا کہ جس سے میری شادی ہو چکی ہے ۔ اس سے عشق صادق ہونے کے بارہ میں میں نے اپنے آپ کو ایک عظیم غلط فہمی میں مبتلا کیا ۔ ورنہ حقیقت میں مجھے اس سے ہرگز وہ محبت نہیں ہے ۔ جو اس آہو چشم [illegible] نازنین سے ہے جو اس وقت سامنے کھڑی ہے ۔ اس احساس کے ساتھ اس کے سینہ میں درد [illegible] پیدا ہوا ۔ جو فوراً ہی اس ارتعاش مسرت سے مغلوب ہو گیا ۔ جو اس نازنین کا دستِ نازک چھونے سے بدن کے ہر رگ و ریشہ میں ہوا تھا ۔ ایک لمحہ کے عرصہ میں یہ روح فرسا حقیقت روزِ روشن کی طرح اس پر واضح ہو گئی کہ میں نے اس عورت سے شادی کر کے جس سے باطناً مجھے عشق نہ تھا ۔ اپنی عمر بھر کی راحت کو برباد کر لیا ۔ اور نا قابلِ فرو جوش کی حالت میں اس کا ہاتھ بے اختیار پیشانی کی طرف اٹھا ۔

قدرتی طور پر اس نازنین نے جو اس کے دل کی حالت سے قطعاً بے خبر تھی ۔ اس حرکت کا مطلب کچھ اور سمجھا ۔ چنانچہ وہ دونوں ہاتھ التجائی انداز سے جوڑ کر کہنے لگی ۔ "صاحب معلوم ہوتا ہے ۔ خود آپ کو اس بات کا سخت افسوس ہے کہ حالات سے مجبور ہو کر آپ ایک ایسا فعل کیا چاہتے ہیں ۔ جس میں ایک انسان کی جان جانے کا خطرہ ہے ۔ میں بمنت عرض کرتی ہوں کہ اس بُرے شخص کی باتوں پر نہ جائیے

... معاف کیجیے میں آپ کو ایک فعل بد سے روکنے کی جرات کرتی ہوں۔ مگر یقین جانیے اگر آپ نے واقعی اس سے مقابلہ کیا تو اس سے میرے دل کو سخت صدمہ ہوگا۔"

گفتگو کی نوعیت۔ میبرڈ تھا اور اس پر اسرار حسینہ کا قرب اور جذبات و حسیات کی بوقلمونی جو اس وقت آخرالذکر کی طرف سے ظاہر ہوئی۔ سب باتوں نے ملکر اس نازنین کے حسن کو مختلف رنگوں میں پیش کیا۔ اور اس عرصہ قلیل میں آکٹیوین میبرڈ بھی اس کی معصومیت۔ فیاضی اور عفت کا پوری طرح اندازہ کر لیا۔ اور وہ جو دو چار مرتبہ اسے بازار میں دیکھ کر ہی اس پر عاشق ہو چکا تھا اب اس کی موسیقی گفتار۔ قرب دیدار اور حالات کی رفتار سے بضمہ جان مفتون ہو گیا جس وقت اس نے پاس کھڑے ہو کر اس کے حسن جانسوز کو دیکھا۔ جب اس نے اس کی موٹی سیاہ آنکھوں پر نظر کی جب اسے اس کے دُر دندان کو دیکھنے اور چہرہ برق پاش کی دلآویزی معلوم کرنے کا موقعہ ملا۔ مختصر یہ کہ جس وقت اس کی نگاہ جاذب نے اس پیکر آتشین کی ہر موزوں تفصیل کو دیکھا جب اس کی معتبر سانس اس کے رخساروں کو چھوتی ہوئی چلی اور اس کے اشارات نازک نے اس کے ارادہ قوی پر غالب ہو کر معاملہ ڈوئل کے فیصلہ کو ڈگمگانا شروع کیا تو اس وقت ... زو کی یاد دل سے محو ہو گئی۔ وہ محبت جو اس کے لئے اسے اپنے قلب میں محسوس ہوتی تھی نابود ہو گئی۔ اور اس کی تصویر محض اس طرح نظروں میں باقی رہ گئی جیسے دھندلے میں چھپی ہوئی چیز کا خاکہ نظر آیا کرتا ہے زو کے لئے اس وقت اس کے دل میں اگر کوئی خیال پیدا ہوا۔ تو محض یہ کہ اس سے وابستہ ہو کر میں نے اس عشق حقیقی کی راہ میں جس کی کامیابی میری تمنائے راحت کو معراج ارفع تک لے جاتی ایک ناقابل حل روک پیدا کر لی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی جانسوز اہمیت کے ساتھ دل میں نمودار ہوا کہ گو بے خبری میں میں نے زو سے شادی کرتے وقت نفس کے اعتراضات کو از روئے استدلال دبانے کی کوشش کی تاہم اصل حقیقت یہی ہے کہ میری ذات۔ میری راحت۔ میرا مستقبل آر میٹج کی دولت کے لئے بک گیا۔ اگر اس وقت میں ضمیر کی آواز کو منطق کے زور سے دبانے کی کوشش نہ کرتا۔ تو اس نازنین کو ساتھ لے کر کسی دشت پر خار میں افلاس و احتیاج کی زندگی بسر کرنا اس زندگی سے جو اب میرے حصہ آئی۔ ہزار درجہ بہتر ہوتا!

یہ خیالات تھے کہ اس وقت جب وہ نازنین نرم اور موثر لہجہ میں لارڈ آکٹیوین میبرڈ تھو کو اس کے ارادہ خونریزی سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ ایک لمحہ کے لئے اس نے اپنے دل کو یہ سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ اس کی یہ درخواست کسی جذبہ لطیف پر مبنی

ہے۔ اور اس کے لئے بھی میری ذات دلکشی کا کچھ نہ کچھ سامان ضرور رکھتی ہے۔ مگر جلدی ہی اسے اس کی باتوں سے معلوم ہو گیا کہ وجہ حقیقی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنی طبعی رحمدلی اور خلقی فیاضی سے وہ کسی انسان کی خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ جان ضائع ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتی۔

"کیا آپ وعدہ کرتے ہیں کہ اس شخص سے مقابلہ نہ کریں گے؟" نازنین نے پوچھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" لارڈ آکٹیوین نے اس کے اطمینان کی غرض سے جواب دیا۔ گو وہ پختہ ارادہ کر چکا تھا کہ خواہ کچھ ہو۔ ڈویل ضرور ہو گا۔

نازنین کا اس کے انداز بیان اور نگاہ سے اطمینان نہ ہوا۔ ہر چند۔ وہ ناتجربہ کار اور بے ریا تھی مگر اس کا دل پھر بھی آکٹیوین کے خیالات سے آگاہ ہو گیا۔ مایوسانہ انداز سے کہنے لگی "میں دیکھتی ہوں۔ آپ یہ باتیں صرف میری تسکین کے لئے کہہ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی" اس نے دفعتاً کسی فوری خیال کے زیر اثر کہا "شاید آپ اس بے جا اور خلاف قدرت ضابطہ سے مجبور ہیں۔ جسے سوسائٹی غلط طور پر ضابطہ عزت کے نام سے موسوم کرتی ہے۔ مگر کچھ بھی ہو۔ میں خونریزی کا موقعہ ہرگز نہ آنے دونگی۔" یہ کہتے ہوئے ایک بار پھر اس کے انداز سے استقلال اور چہرہ سے عزم مصمم کا اظہار ہونے لگا۔ "آپ نے مجھ سے نہایت فیاضانہ سلوک کیا ہے۔ اور میں بھی ادائے فرض سے کوتاہی نہ کروں گی۔"

"یعنی؟" میر ڈیتھ نے جلدی سے پوچھا۔

"کوئی امر خاص مانع نہ ہو۔ تو اپنے محسن کا اسم گرامی معلوم کرنا چاہتی ہوں۔" نازنین نے شرماتے ہوئے کہا۔

آکٹیوین فوراً اس کے منشا کو سمجھ گیا۔ اس نے جان لیا کہ اس کا ارادہ حکام کو ڈویل کی اطلاع دے کر اسے رکوانے کا ہے۔ کہ ضابطہ عزت بھی پورا ہو جائے۔ اور خونریزی کی نوبت بھی نہ آسکے۔ مگر اولاً تو وہ بزدل نہ تھا۔ اس لئے آنے والے مقابلہ کی نسبت اس کے دل میں ذرا بھی تشویش نہ تھی۔ ثانیاً اس نے سوچا۔ کہ اگر واقعی حکام نے اس معاملہ میں دخل اندازی کی۔ تو فریق مخالف اسے غلط معنوں میں سمجھ کر ہر شخص سے کہتا پھرے گا۔ کہ میر ڈیتھ نے عمداً اس لڑکی کی معرفت حکام کو اطلاع بھیجدی۔ یہ سب خیالات غیر معمولی تیزی رفتار کے ساتھ اس کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ یعنی اتنا جلد کہ اس نازنین کے سوال کے بعد فوراً ہی اس نے پہلے سکون و اطمینان کے ساتھ غلط بیانی کرتے ہوئے کہا "میرا نام رچرڈ پرسیول ہے۔"

"اچھا تو مسٹر پرسیول میں پھر ایک بار آپ کی فیاضانہ امداد کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

اور وہ انداز سلام سے اپنے سر کو ہلکا سا خم دے کر وہاں سے رخصت ہو رہی تھی۔ کہ آکٹیوین لمبے لمبے ڈگ بھر کر اس کے پاس جا پہنچا۔ اور اسے روک کر کہنے لگا " ذرا ٹھیریئے۔ جانے سے پہلے مجھے بھی یہ جاننے کا موقعہ دیجئے۔ کہ میں نے کن معزز خاتون کی خدمت گذاری کا شرف حاصل کیا۔ کہ اس درجہ قابل شکریہ سمجھا گیا ؟"

نازنین رک گئی۔ اور تھوڑی دیر حالت فکر میں کھڑی رہی۔ چہرہ کی تبدیلی سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کشمکش و پیچ میں ہے کہ مجھے اپنا نام ظاہر کرنا چاہیئے یا نہیں۔ لیکن اس نے جلدی ہی محسوس کیا کہ نام بتانے سے انکار ناسپاسی میں داخل ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ گستاخی پہ محمول کیا جائے۔ پس آہستہ سے کہنے لگی " جناب میرا نام کرسٹینا ایشٹن ہے۔"

" تو مس ایشٹن " لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ نے جلدی سے کہا " اجازت دیجئے میں آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں کہ ایسا نہ ہو۔ رستہ میں کوئی اور بدکردار شخص جو شرافت کے بھیس میں مجسم سفاہت ہو اس انداز معصومیت اور وقار پاکیزگی کو جو آپ کے بہترین محافظ ہیں۔ اپنے ادنےٰ خیالات کی وجہ سے معلوم نہ کرکے پھر آپ کو تنگ کرنا شروع کرے۔ . . "

" مسٹر بیسیول آپ نے پہلے ہی مجھ پر بہت احسان کیا ہے۔ " حسین دوشیزہ نے کہا۔ " اس لئے میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتی۔ تکلیف نہ کیجئے۔ میں گھر پہنچ جاؤنگی۔"

مس ایشٹن معاف کیجیے۔ میں نے آپ کے خیالات معلوم کرلئے۔ میں آپ کے ارادوں کو جان گیا۔" میریڈیتھ نے جلدی سے کہا۔ " دراصل آپ کسی مجسٹریٹ کے پاس جارہی ہیں۔ کہ اسے اطلاع دے کر اس ڈوئیل کو رکوادیں۔ لیکن اگر میں آپ سے وعدہ کروں کہ ڈوئیل نہ لڑونگا . . . "

" مگر میں جانتی ہوں۔ اس معاملہ میں آپ اپنے افعال کے مختار نہیں ہیں۔ " کرسٹینا نے انداز حسرت سے کہا۔ " میں نے ضابطۂ عزت کے اس طریق کی نسبت جو حقیقت میں کسی وحشی زمانہ کی یادگار ہے مگر جسے انسان نے اپنی حماقت سے موجودہ تہذیب میں پیوست کرلیا ہے جس قدر حالات پڑھے ہیں"

" مس ایشٹن میں منت عرض کرتا ہوں اپنے ارادہ کو ترک کردیجیے۔ " آکٹیوین نے فقرہ کاٹتے ہوئے کہا۔ " آپ نہیں جانتی ہیں۔ کہ اس ڈوئیل کو روک کر آپ میرے لئے اس چیز کے سامان پیدا کررہی ہیں جس کے مقابلہ میں موت کوئی چیز نہیں۔ یعنی بے عزتی۔ اگر آپ نے واقعی اس مقابلہ کو رکوا دیا تو دنیا مجھے بزدل کہے گی۔ اس لئے میں سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ خواہ دنیا کے سارے مجسٹریٹ اور افسران پولیس بھی مجھے روکنے کی کوشش کریں۔ میں اپنی عزت کی خاطر اس مقابلہ کی شرکت سے تامل نہ

کروں گا"

"یہ بات ہے!" کرسٹینا نے افسردگی سے کہا۔ معلوم ہوتا تھا اپنے محسن کے الفاظ کا اس کے دل پر گہرا اثر ہوا ہے۔

"آپ اچھی طرح دیکھ سکتی ہیں کہ اس شخص کے لئے میرے پاس ایک ہی جواب ہے۔ یعنی اس کے مقابلہ میں آنا!" آکٹیوین نے کہا۔ "دیکھیے میں آپ کو غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ پس سارا حال بالکل صحیح عرض کر دیا۔ اس کے باوجود میں التجا کرتا ہوں۔ کہ میری وجہ سے کسی فکر و تشویش کو دل میں جگہ نہ دیجیے کیونکہ اگر مجھے اس مقابلہ میں مہلک زخم آیا بھی۔ تو دم آخر میں یہ جاننا میرے لیے کیا کم باعث اطمینان ہوگا۔ کہ میں نے ایک ایسی خلیق و رحم دل خاتون کی خدمتگذاری میں جان دی۔"

اس خیال کے دل میں آتے ہی کہ ایک انسان کی جان جو معلوم نہیں کتنی قیمتی ہے۔ میری وجہ سے خطرہ میں پڑ رہی ہے۔ کرسٹینا کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلے۔ چونکہ سریع الحس اور رحمدل عورت تھی۔ اس لئے آکٹیوین کے آخری فقرات نے اس کے دل پر بہت اثر کیا۔ پس ہرچند وہ محسوس کرتی تھی۔ کہ مجھے ایک اجنبی شخص کے پاس کھڑے بہت دیر ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر جن موقعوں پر سیر بڈیتھ نے اُسے دیکھا۔ وہ اس کی موجودگی سے قطعاً بے خبر رہی تھی۔ پھر بھی اسی جگہ کھڑی رہی۔ خیالات کی محویت میں وقت گذرنا معلوم ہی نہیں ہوا۔

"مس ایشٹن" آخرکار سیر بڈیتھ نے کہا۔ "معاملہ کی نوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ جو ہونا ہے۔ ہو۔ اگر آپ نے مداخلت کی تو گو آپ کا ارادہ نیک اور نیت مستحسن ہوگی تاہم اس سے میری ذات کو سخت نقصان پہنچے گا۔ اس کے باوجود میں آپ کی فیاضانہ ہمدردی کا بدل ممنون ہوں۔ اور اطمینان فرمائیے کہ مقابلہ کا نتیجہ کچھ بھی ہو اس کی اطلاع ضرور آپ کو دی جائیگی اگر میری تقدیر میں زخمی ہونا یا مرجانا لکھا ہے۔ تو میں کسی دوست کو ہدایت کر دوں گا۔ کہ وہ آپ کو اس کی اطلاع پہنچا دے۔ اور اگر زندہ اور کامیاب رہا تو پھر خود در دولت پر حاضر ہو کر نتیجہ سے مطلع کروں گا۔"

کرسٹینا ایشٹن اگر ایسی معصوم اور دنیاوی معاملات سے اتنی بے خبر نہ ہوتی جیسی تھی۔ تو یقیناً سمجھ جاتی کہ اس آخری فقرہ کی تہ میں بالواسطہ اس کی جائے سکونت معلوم کرنے کی کوشش کام کرتی ہے۔ مگر وہ بھولی اور سادہ مزاج لڑکی۔ فریب و ریا کی راہوں سے ناواقف۔ دوسروں کی طبیعت کا اپنے مزاج سے اندازہ کرنے کے بھروسے سے بھی کسی کے خلاف شبہ کو دل میں نہ آنے دیتی

تھی۔ پس جس آسانی سے اس نے لارڈ آکلیبورن کو اپنا نام بتایا تھا۔ اسی سے اب اپنا پتہ بھی بتا دیا۔ اور الوداعی سلام کرکے اپنی راہ پر چلنے لگی۔

میریڈیتھ اس کے حسن پرکیف سے مسرور اور اس کی ادائے شیریں سے مسحور۔ چاہتا تھا پھر کسی بہانہ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے۔ مگر بڑی جستجو کے باوجود کوئی بات نظر نہ آئی جو عذر مزاحمت ہوتی۔ ناچار وہ بھی اپنے مکان کی طرف واپس ہوا۔ واضح ہو کہ یہ واقعات ریجنٹس پارک کے ایک ایسے حصہ میں پیش آئے تھے۔ جہاں فیشنیبل حلقہ کے بے فکروں کی آوارہ گردی اور تفریح کا کتنا ہی زور کیوں نہ ہو۔ بہت کم سوار یا پیادہ لوگ جاتے ہیں۔ اور اب تو موسم خزاں میں اس طبقہ کے آدمی چونکہ بڑی تعداد میں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے باغات کم و بیش ویران تھے۔ اور جس مقام پر یہ واقعات ظہور میں آئے وہاں میریڈیتھ۔ کرسٹینا اور اس رند لاابالی کے سوا جس نے آخر الذکر کو راہ چلتے چھیڑا تھا۔ کسی کا گذر ہی نہیں ہوا۔

میریڈیتھ مکان پر پہنچا تو دیکھا گاڑی تیار تھی۔ کیونکہ اس نے زو سے سیر کو جانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ اس وقت اس گل رُخ شیریں ادا کے قرب کی لذات دل میں لئے ہوئے۔ پہلے اس کے جی میں آئی۔ کہ بہانہ کرکے سیر ملتوی کر دوں۔ کیونکہ وہ تنہائی میں تخیل کے مزے لینا چاہتا تھا۔ مگر اس کی خلقی فیاضی بہت جلد غالب ہوئی۔ اور اس نے سوچا یہ انصاف نہیں کہ میں نئے یا تبدیل شدہ جذبات کے اثر میں اپنی بیاہتا بی بی کو جس کی دلجوئی میرا فرض ہے۔ اس کی تفریح سے محروم کروں۔ لازم یہ ہے کہ ان تازہ احساسات کو جو اب سینہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ دبا دوں۔ کچل کر پھینک دوں۔ تھوڑے تامل کے بعد اس نے آخری فیصلہ پر عمل کرنے کا ہی ارادہ کیا۔ چنانچہ زو کو ساتھ لے کر سیر کرنے گیا۔ اور جب آخر الذکر نے رستہ میں اپنی نظری دلکشی اور خلقی شیرینی طبع کے مختلف چھوٹے چھوٹے ثبوت مہیا کئے۔ اور اس کی دلاویز گفتگو نے میریڈیتھ کی توجہ کو اپنی طرف رجوع کیا۔ تو اس نے خود اپنی نظروں میں اس خیال سے ندامت محسوس کی کہ میں نے ایک اجنبی عورت کے قرب سے متاثر ہو کر ایک ایسی حسین ایسی خوش خصال۔ ایسی نزہت ریز بی بی کے متعلق کسی طرح کے خیالات بے وفائی کو دل میں جگہ دی اس نے طبیعت پر جبر کرکے خوش فعلیاں شروع کیں۔ اور بے چاری زو۔ حقیقت حال سے بے خبر اس سطحی مسرت کی تہ میں چھپی ہوئی افسردگی اور بے چینی کو معلوم کرنے سے قاصر رہی۔ اثنائے گفتگو میں میریڈیتھ نے اس واقعہ کا کسی بھی پہلو سے ذکر نہیں کیا۔ جس کی بدولت اسے ڈویل پر مجبور ہونا پڑا تھا کیونکہ اول تو کوئی شوہر اپنی بی بی سے اس قسم کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا۔ دوسرے آکلیبورن اپنے دل کی

کمزوری کو محسوس کرکے اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ ایسے موقعہ پر کرسٹینا کا ذکر آنے سے میری طرف سے اضطراب و پریشانی کا اظہار یقینی ہے۔

رات کے ۹ بجے جب لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ اور اس کی بی بی کمرہ نشست میں بیٹھے قہوہ پی رہے تھے۔ ایک نوکر نے اندر آکر ملاقاتی کارڈ پیش کیا۔ اور کہا کہ وہ صاحب جن کا نام اس پر درج ہے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

"آہ! کپتان وہٹبی!" آکٹیوین نے اس بے لاپروائی سے کہا۔ کہ ایسا نہ ہو زوکو کسی طرح کا شک ہو جائے۔ "اچھا میں ابھی ان سے ملتا ہوں۔" پھر جب نوکر چلا گیا۔ تو اس نے اسی لاپروائی سے کہا "میں ابھی واپس آتا ہوں۔ کپتان ایک شخص کی نسبت جو شادی سے پہلے میرے پاس رہا کرتا تھا کچھ دریافت کرنے آئے ہیں۔"

یہ عذر کرکے وہ نچلی منزل میں اترا جہاں کپتان وہٹبی آنریبل ولسن سٹینہوپ یعنی اس شخص کی طرف سے جس کی ناشائستہ دست اندازی سے اس نے مس ایشٹن کو بچایا تھا۔ ملاقات کا منتظر تھا میریڈیتھ نے کھڑے کھڑے ڈیوک آف مارچ مونٹ کے نام ایک خط لکھا جس میں اس سے بوقت ڈویل اپنی طرف سے نائب کے فرائض ادا کرنے کی درخواست کی۔ اور یہ خط کپتان وہٹبی کے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ اسے ڈیوک کے پاس لے جائیں۔ میری طرف سے وہ سب مبادیات طے کردیں گے۔

میں نے وقت اور جگہ کا بھی اس میں ذکر کر دیا ہے۔" اس نے کہا۔ "اب ضرورت محض اس بات کی ہے کہ ہر شخص کامل اخفا و رازداری سے کام لے۔"

"یہی مسٹر سٹینہوپ کی خواہش ہے۔" کپتان نے جواب دیا۔ "وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ شاہین کے سوو میں واقعی انہوں نے اس لڑکی سے ناشائستہ سلوک کیا۔ بہرحال آپ نے ضرورت سے زیادہ سختی سے کام لیا۔ پس اگر آپ معافی کا ایک لفظ بھی کہہ دیں تو بات آسانی سے ٹل سکتی ہے۔"

"مگر یہی ایک لفظ میری زبان سے ادا ہونا غیر ممکن ہے۔" میریڈیتھ نے کہا۔

کپتان کے لئے اب چپ رہنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ سر کو ہلکا سا خم دے کر رخصت ہوا۔ اور آکٹیوین زو کے پاس واپس چلا گیا۔ مگر اس کے ظاہری سکون میں چونکہ کسی طرح کا فرق نہ آیا تھا۔ اس لئے وہ اب بھی حقیقت حال کی نسبت کسی طرح کا شک کرنے سے قاصر رہی۔

اگلے روز ڈویل ہوا۔ مگر اس کی تفصیل میں داخل ہونا غیر ضروری ہوگا۔ مختصر یہ کہ آکٹیوین بہت سویرے اٹھا اور موسم کی عمدگی کے بہانہ گھوڑے پر سوار ہو کر بظاہر سیر کرنے چلا گیا۔ چلتے وقت اس نے زو سے

پیار کیا - اور سائیس کو ساتھ لینے کی ضرورت نہ سمجھ کر تیز چلتا مقام معینہ پر پہنچا - جہاں ڈیوک آف مارچ مونٹ قریباً اسی وقت آ گیا - اس کے چند منٹ بعد آنریبل ولسن سٹینہوپ اور کپتان وہٹلی موقعہ پر پہنچ گئے - اور انہی کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی آ گیا - مگر وہ تھوڑے فاصلہ پر ان کی گاڑی میں ہی رہا - فریقین نے گولیاں چلائیں - مگر کسی کو زخم نہ آیا - اور مسٹر سٹینہوپ نے کہہ دیا کہ بس میرا اطمینان ہو گیا - دونو نے دوستانہ انداز سے مصافحہ کیا - اور سارا کام پانچ منٹ کے عرصہ میں ختم ہو گیا - مگر واپس ہونے سے پہلے حاضرین نے کامل رازداری کا اقرار کیا - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاملہ اخبارات کے رپورٹروں کے کانوں تک نہیں گیا - نہ اس کے متعلق کوئی خبر شائع ہوئی -

لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ چاشت کے وقت گھر پہنچ گیا - اور زنوا اب بھی اس بارہ میں قطعاً بے خبر رہی کہ ذرا دیر پہلے اس کے عزیز از جان شوہر کی زندگی خطرہ میں تھی - ڈیوک آف مارچ مونٹ سے آکٹیوین نے مس ایشٹن کا نام اور پتہ بیان کر دیا تھا - کہ شکست یاب ہونے کی صورت میں وہ اس کی اطلاع اس نازنین کو دے کہ میرڈیتھ کا وعدہ پورا کر سکیں - مگر یہ بات اس نے ڈیوک سے بھی نہیں کہی - کہ مس ایشٹن وہی نامعلوم حسینہ ہے جس کا ذکر اس نے ڈیوک سے اس وقت کیا تھا - جب آخرالذکر اس کو شادی کا مشورہ دے رہا تھا -

---

باب ۱۳ (الف)

مسز میکالے کا مکان

مارٹیمر سٹریٹ - کیونڈش سکوئر میں میکالے نام ایک بیوہ عورت نے مختصر لیکن شریفانہ وضع کی قیام گاہ کھول رکھی تھی - اس کی عمر ۵۰ سال - قد چھوٹا اور ٹھگنا مگر عادات تیزی اور پھرتی لئے ہوئے تھیں - دن بھر وہ نہایت میلی اور کثیف نظر آتی - مگر سہ پہر کو اور اس کے بعد رات تک خوب وضعدار بن جاتی تھی - نسلاً سکاچ اور عادتاً کفائت شعار تھی - یہاں تک کہ ایک پینی کی بچت کے لئے تا حد امکان کوشش سے دریغ نہ ہوتا تھا - اسی کفائت کے سلسلہ میں چونکہ باورچی خانہ اور گھر کے باقی حصوں میں نوکروں سے مل کر کام کرنا پڑتا تھا - اس لئے دن بھر میلی اور بد وضع بنی رہتی - مگر جب ایک بار ان فرائض کا بار ہلکا ہوتا - تو ریشمی گون پہن - سرخ فیتوں کی ٹوپی اوڑھ - گھڑی اور زنجیر سجا پورے بناؤ چناؤ کے ساتھ آنگن میں جا بیٹھتی - جہاں پر ہمسائیوں سے گھڑی دو گھڑی باتیں ہوا کرتی تھیں - کفائت کو

بخل کی حد تک پہنچانے اور نوکروں سے دن رات زیادہ سے زیادہ کام لے کر انہیں کم از کم تنخواہ دینے کے باوجود اس میں شک نہیں مسز میکلے اپنے طور پر دیانت دار عورت تھی۔ یعنی وہ اس طبقہ کی اکثر عورتوں کی طرح مہمانوں کی چاء۔ شکر۔ مکھن وغیرہ میں ہرگز چوری نہ کرتی تھی۔ علاوہ بریں دل کی بری بھی نہ تھی۔ اس کی نرمی کی انتہا یہ کہ گھر میں کوئی بیمار ہو تو رات بھر تیمارداری سے دریغ نہ ہوتا تھا۔ اور سنگدلی کی مثال یہ کہ وصولی کا دن آنے پر کرایہ دار کتنے بھی عذرات پیش کرے۔ اس کا اطمینان نہ کر سکتا تھا۔ ایسے معاملات میں اس کا جواب یہ ہوتا تھا۔ کہ جب میں مالک مکان کو تاریخ معینہ پر کرایہ ادا کرتی ہوں تو کیا وجہ ہے میری رقم یوم مقررہ کو ادا نہ کی جائے؟ اسی طرح جس پابندی وقت سے ٹیکس افسر اس کے یہاں آتے اسی عین الوقتی سے وہ باقی مکینوں سے مطالبات کیا کرتی۔ اس خو بو کی عورت مسز میکلے تھی۔ یعنی اس وقت تک نیک۔ رحمدل اور فیاض جب تک اس کے جائز مطالبات۔ اوقات معینہ پر ادا ہوتے رہیں۔ ورنہ سخت۔ بے رحم۔ کور نفس یا جو کچھ بھی اسے کہہ لو۔

مکان کے زیریں حصہ میں دو کمرے تھے۔ دونوں اس کے پاس۔ ایک سامنے بیٹھک کا کام دیتا تھا دوسرا عقبی جو خوابگاہ کے لئے مخصوص تھا۔ اس سے اوپر پہلی منزل تکلف سے آراستہ تھی۔ اور مسز میکلے نے اس کو صرف مالدار شخصوں کی سکونت کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اجلاس پارلیمنٹ کے دنوں میں کوئی ایسا ممبر جس کی مستقل سکونت دیہات میں ہو عموماً اس میں ٹھیر جاتا تھا۔ دوسری منزل نسبتاً سادہ مگر ہر لحاظ سے باآسائش تھی۔ اور اس سے بھی اوپر شاگرد پیشے کے کمرے تھے۔ جن میں سے ایک اس لئے خالی رہتا تھا۔ کہ پہلی منزل کے کسی امیر مہمان کا ذاتی نوکر ساتھ ہو تو اس میں رہ سکے۔

جس روز ڈویل کا واقعہ پیش آیا۔ اسی دن قریباً دس بجے کا وقت تھا۔ کہ ایک طویل القامت شریف صورت مرد سادہ مگر عمدہ لباس پہنے آہستہ چلتا ہوا مارٹیمر سٹریٹ سے گذرا۔ اور اس مکان کی کھڑکی میں اس مطلب کا اشتہار دیکھ کر کہ پہلی منزل کرایہ کے لئے خالی ہے۔ دروازہ پر دستک دی۔ نوکروں میں سے ایک نے دروازہ کھولا۔ تو اس نے حصہ مذکور دیکھنے کی خواہش کی۔ نوکر سب سے پہلے اسے مسز میکلے کے کمرہ نشست میں لے گیا۔ اور معزز بیوہ اس کی اطلاع پا کر دوسرے کمرہ میں اجنبی کے سامنے آنے سے پیشتر اپنی صورت میں مناسب اصلاح کرنے لگی۔ چنانچہ اس نے ہاتھ منہ دھویا۔ ریشمی گون پہنی۔ اور سرخ فیتوں کی ٹوپی اوڑھ کر لبوں پہ آثار تبسم لئے ہوئے کمرہ نشست میں داخل ہوئی۔ مسز میکلے انسان کی صورت دیکھ کر اس کے دلی خیالات معلوم کرنے میں خاص مہارت رکھتی تھی۔ جو شخص کرایہ دار کی حیثیت میں آتا۔ وہ سب سے پہلے اس کے چہرہ کو غور سے دیکھتی۔ اور اس طرح یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی کہ کیا یہ شخص ہر قسم کی واجب الادا

رقوم وقت پر دیتا رہیگا؟ یا کچھ رقم دبا کر کسی روز چپ چاپ کھسک جائے گا۔ اس بارہ میں اس غریب کی مجبوری ہی قابل لحاظ تھی۔ کیونکہ اس طرح کے رنج دہ واقعات اسے بسا اوقات پیش آتے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کی صورتیں یاد کر کے جو کچھ روپیہ دبا کر بھاگ گئے تھے۔ اس نے اس بات کا اندازہ کرنا شروع کیا کہ کس شخص کو محفوظ اور کسے غیر محفوظ سمجھا جا سکتا ہے چنانچہ اب کمرہ نشست میں اس دراز قامت شخص کے سامنے آکر جس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس نے دزدیدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے چہرہ سے باطنی خصائل کا اندازہ کرنے کی کوشش شروع کی۔

جیسا ہم نے پیشتر بیان کیا ہے۔ یہ شخص دراز قامت اور شکیل تھا۔ بال جن کی رنگت لوہے کی طرح کالی تھی۔ پیشانی کے اوپر گھسے ہوئے۔ اور چاند پر ان کی مقدار بہت کم تھی۔ نگر گلمچھے بھاری اور نسبتاً سیاہ تھے۔ گو ان کی جڑوں میں بھی کہیں کہیں سپیدی جھلک دینے لگی تھی۔ جہاں تک بشرہ کا تعلق ہے وہ ایک شکیل خوش رو آدمی تھا۔ مگر نگاہ سے ایسی سختی۔ سرد مہری اور اداسی کا اظہار ہوتا تھا۔ کہ دیکھنے والے پر اس کا اثر ہونا یقینی تھا۔ رنگت اس طرح سانولی تھی۔ گویا عمر کا بڑا حصہ دھوپ اور کھلی ہوا میں رہ کر بسر کیا ہے۔ رہ گیا عمر کا سوال۔ اس کا جواب دینا واقعی مشکل ہے۔ کیونکہ ممکن ہے اس کی عمر پچاس سال ہو۔ یا اس سے چند سال کم یا زیادہ۔ بہرحال چونکہ اس کے دانت خوشنما اور مضبوط تھے۔ اس لئے ظن غالب یہی تھا۔ کہ عمر پچاس سے اوپر نہیں ہے۔ لباس سیاہ اور اس کے اوپر نیلے رنگ کا ڈھیلا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ چونکہ وسط اکتوبر کے دن اور موسم معتدل تھا۔ اس لئے مسز میکالے نے خیال کیا۔ یہ شخص حال میں بیماری سے اٹھا ہے۔ اس لئے سردی سے محفوظ رہنے کو اس قسم کی احتیاط کی ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ اس کی طرف نظر غور سے دیکھتی رہی۔ مگر بڑی کوشش کے باوجود اس کی صورت سے اس کا اندازہ نہ کر سکی۔ کہ اس کی نسبت اچھی رائے قائم کرنی چاہیئے یا بری۔ اس میں شک نہیں وہ شکل وصورت سے شریف تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی نگاہ کی سختی پریشان اور مضطرب کرنے والی تھی۔ علاوہ بریں مسز میکالے ایک بار ایسے ہی شخص کے متعلق سخت دھوکا کھا چکی تھی۔ جس کا قصہ یوں ہے کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو پولینڈ کا نواب کہا کرتا تھا۔ اور جس کا نام غیر معمولی طور پر لمبا تھا۔ کچھ عرصہ اس کے مکان پر رہنے کے بعد پانچ پونڈ دبا کر بھاگ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی نوابی سراسر فرضی تھی۔ حقیقت میں وہ آئرلینڈ کا کوئی جالیا تھا۔ دوسری طرف اسے ایک عمر رسیدہ شخص کا واقعہ بھی یاد تھا جسے اس نے محض اس کی نگاہ کی سختی کی وجہ سے مکان پر رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر وہ ہمسایہ میں مسز سفکن کے ہاں پورے دس سال رہا اور اس عرصہ میں کرایہ کی رقم بڑی پابندی سے ادا کرتا رہا۔ کبھی چادر یا شکر چرائے جانے کی شکایت نہیں

کی - اور نہ اور مشکلات پیدا کیں - ایسے حالات میں بصورت موجودہ مسز میکالے کو جتنا بھی اضطراب تھا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں - بڑی کوشش کے باوجود وہ اس شخص کی صورت سے سیرت کا اندازہ نہ کر سکی -

"میرے خیال میں آپکے مکان کا ایک حصہ کرایہ کے لئے خالی ہے؟" آخر کار اجنبی نے کہا - اور اب جو مسز میکالے نے اس کی بھاری مگر نرم آواز میں افسردگی کا اشتراک دیکھا - تو چونک گئی - کیونکہ وہ اس کے لبوں سے محض غیر معمولی کرخت آواز سننے کی امید رکھتی تھی -

"جی ہاں ہے -" اس نے قدرے مطمئن ہو کر جواب دیا - اور اس کے ساتھ ہی اس کے لبوں پر وہ ہلکا تبسم نمودار ہوا - جو اس قماش کی عورتیں خاص خاص موقعوں پر پیدا کر لیا کرتی ہیں - "مجھے یقین ہے آپ ضرور اس کو پسند کریں گے - مگر کیا آپ کو اپنے اور بیگم صاحب کے لئے مشترک مکان کی ضرورت ہے یا . . . ؟"

"نہیں صرف اپنے لئے -" اجنبی نے جواب دیا - اور وہ اُٹھ کر اس طرح دروازہ کی طرف چلا - گویا مزید گفتگو کے بغیر خالی حصہ مکان کا معائنہ کرنا چاہتا ہے -

"ٹھہرئیے میں ساتھ چل کر دکھاتی ہوں -" مسز میکالے نے کہا اور وہ اس کے آگے آگے زینہ کی طرف ہو لی مگر چلتے چلتے کہنے لگی - "توبہ یہ جھاڑو کس کم بخت نے یہاں ڈال دی -" پھر زینہ کے موڑ پر ایک ڈول کو بازو کی کوٹھڑی میں پھینکتے ہوئے اس نے کہا - "یہ اسی لاپرواہ جیسی کے کارنامے ہیں - جانے اس وقت کیا کر رہی ہے -"

جوں توں کر کے دونو کمرہ مذکور میں پہنچے - اجنبی نے بیٹھنے اور سونے کے کمروں کو جو پاس پاس واقع تھے صرف ایک نظر دیکھا - اور کہہ دیا - "یہ جگہ میرے مطلب کے لئے ٹھیک ہے -"

"اس کا کرایہ چار پونڈ ہفتہ وار ہے -" مسز میکالے نے کہا - "جس میں نوکروں کا خرچ بھی شامل ہے لیکن اگر آپ کے ساتھ اپنا ملازم ہو تو اس کے رہنے کو بالائی چھت پر ایک جداگانہ کمرہ موجود ہے -"

"میرے ساتھ کوئی ملازم نہیں - اور نہ میں کسی کو ساتھ رکھنا چاہتا ہوں -" اجنبی نے جواب دیا -

"بہت اچھا جیسے آپ کی مرضی" مسز میکالے نے کہا - "آپ دیکھیں گے یہ جگہ بہت پر امن ہے اور یہ کہنا غیر ضروری ہو گا -" اس نے سر کو نخوت سے سیدھا کرتے ہوئے کہا - "کہ آج تک کسی کو اسکی عزت داری پر حرف گیری کا موقع نہیں ملا - فرمائیے - آپ کب آئیں گے؟"

"آنے سے پہلے میں ایک دو باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں -" اجنبی نے کہا - "موجودہ نقاہت میں مجھے ایک

ایسے مکان کی تلاش ہے جس میں کسی طرح کا شور و غل نہ ہو۔ کیا اس گھر میں اور کرایہ دار بھی رہتے ہیں؟"

"ہاں۔ اس کمرہ سے اوپر والی منزل میں دو شخص رہتے ہیں۔ مگر وہ ایسے حلیم ہیں۔ کہ یقیناً آپ کو ان کے خلاف اعتراض کا موقعہ نہ ہوگا۔"

"ان کے بچے ہیں؟" اجنبی نے پوچھا۔

"نہیں صرف بہن بھائی ہیں۔" مسز میکالے نے جواب دیا۔ "دونو نوعمر اور شریف ہیں۔ اور گذشتہ چھ ماہ کے عرصہ میں جب سے یہاں آئے۔ کسی موقعہ پر کرایہ ادا کرنے میں حجت نہیں کی۔ زینہ کی راہ سے اوپر جاتے آتے ہیں تو چپ چاپ . . ."

"ان کے علاوہ کوئی اور بھی رہتا ہے؟"

"نہیں۔ اور نہ کسی کی گنجائش ہے۔ اگر اس جگہ کو آپ کرایہ پر لے لیں۔ تو میرا مکان سارے کا سارا رُک جائے گا۔ یہی دو حصے کرایہ پر دیئے جاتے ہیں۔"

"اچھا تو میں اسے لے لیتا ہوں۔" اجنبی نے جواب دیا۔ "اور میں آج ہی اس میں آجاؤں گا۔ میرا اسباب پاس ہی ایک ہوٹل میں رکھا ہوا ہے۔ میں جا کر اسے بھیجدیتا ہوں . . ."

"ہاں مگر . . ." اجنبی کو دروازہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر مسز میکالے نے جلدی سے ایسے لہجہ میں کہا جس سے یہ ظاہر کرنا مطلوب تھا۔ کہ جو کچھ میں کہتی ہوں۔ وہ باعث ملال نہ ہونا چاہیئے "آپ ازراہ عنایت کسی شخص کی شناخت دے سکیں تو اچھا ہو۔"

"یہ مشکل ہے۔" اجنبی نے رُک کر کہا۔ "کیونکہ میں اس جگہ نووارد ہوں۔ اور لندن میں کوئی شخص میرا دوست نہیں۔ لیکن اگر ہر قسم کے اخراجات پیشگی لیکر آپ کا اطمینان ہو جائے تو میں حاضر ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے ایک بھاری سا بٹوا نکالا۔

"مگر دونو حالتوں میں فرق ہے۔" مسز میکالے نے کہا۔ اور اس کے ساتھ اسے ایک سرخ مو شخص کا واقعہ یاد آیا جس نے پندرہ دن کا کرایہ پیشگی ادا کیا تھا۔ مگر بعد میں پہلے دس پونڈ کا مقروض ہوا۔ اور جب ان کا مطالبہ کیا گیا۔ تو چاندی کی قہوہ دانی اور چھ قیمتی چمچے لیکر فرار ہو گیا۔ اس قسم کے تلخ تجربات کے بعد مسز میکالے دوبارہ ایسی غلطی کرنے پر بمشکل آمادہ ہو سکتی تھی۔

اتنے میں اجنبی کہنے لگا۔ "کرایہ داروں کی شناخت کا طریقہ جو آپ نے قائم کر رکھا ہے۔ بیشک اچھا ہے۔ اور مجھے آپ کے اس مطالبہ پر کسی طرح کا رنج نہیں۔ آپ کی کارروائی بجائے خود ثابت کرتی ہے کہ یہ گھر ہر لحاظ سے عزت دار ہے۔ مگر جیسا میں نے پہلے کہا تھا۔ میں شہر لندن میں اجنبی ہوں

کوئی میرا واقف نہیں جس کی شناخت دے سکوں ۔۔۔ البتہ اگر آپ مسٹر ہاٹ میں میرے ساہوکار سے اطمینان کرنا چاہیں۔ تو شوق سے کریجیئے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ساہوکار کا مفصل پتہ دیا۔ پھر کہنے لگا۔" یہ جگہ مجھ کو پسند ہے۔ اور اب دیکھنے دکھانے کی زحمت کے بعد میں نہیں چاہتا اسے چھوڑ کر کوئی اور جگہ تلاش کرتا پھروں۔"

"میں آپ کی عنایت کے لئے ممنون ہوں"۔ مسز میکالے نے پھر کسی قدر مطمئن ہو کر کہا۔" ان سے دریافت کرنے پر میرا اطمینان ہو جائے گا۔ لیکن معاف کیجیئے اب تک مجھے آپ کا اسم گرامی معلوم نہیں ہوا۔"

"آپ ان سے مسٹر ریڈکلف کی نسبت دریافت کریں۔" اجنبی نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ رخصت ہوا۔

مسز میکالے فوراً اس ساہوکار کی طرف روانہ ہوئی جس کا اجنبی نے حوالہ دیا تھا۔ دفتر میں پہنچکر اس نے ایک محرر سے ذکر کیا تو اس نے ایک اور شخص کا جو دوسرے کمرہ میں بیٹھا تھا۔ پتہ دیا۔ اس سے مسز میکالے کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ کیونکہ اس نے سوچا اگر اس شخص کا اس دفتر سے لین دین ہوتا تو محرر خود ہی سب حال کہہ دیتا۔ خیر وہ اس دوسرے شخص کے پاس جس کا محرر نے پتہ دیا تھا گئی وہ اس کی باتوں کو غور سے سنتا رہا۔ اس کے بعد ایک بڑی ہی کتاب کی۔ جو پاس رکھی ہوئی تھی ورق گردانی کرنے لگا۔

تھوڑی دیر وقت ضائع کرنے کے بعد آخر کار اس نے کہا" مسٹر ریڈکلف کا حال مجھے کچھ معلوم نہیں۔۔۔"

"تو اس کے معنی یہ ہیں میرا اتنا وقت ناحق ضائع کیا گیا۔ اور عجب نہیں مکان کرایہ پر دینے سے کرایہ کی رقم بھی ہاتھ سے چلی جاتی۔" مسز میکالے نے غضبناک ہو کر کہا۔" کون کہہ سکتا ہے یہ شخص بھی کسی دن چپ چاپ ایک اور قہوہ دانی اور چاندی کے چھ چمچے لیکر کھسک جاتا۔"

"مگر سنیئے تو۔" ساہوکار نے قلم کو شاہانہ انداز سے حرکت دیتے ہوئے کہا۔" دراصل آپ نے میری بات نہیں سمجھی۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ مجھے مسٹر ریڈکلف کا ذاتی حال معلوم نہیں۔ یعنی وہ کون ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ مگر اس کے باوجود میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کا ایک لاکھ پونڈ سے اوپر روپیہ ہمارے ہاں جمع ہے۔۔۔"

"ایک لاکھ!" مسز میکالے نے فرط حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔" ایک لاکھ پونڈ! اور میں قہوہ دانی

اور چاندی کے چمچوں کی چوری سے ڈرتی ہوں! ۔۔۔"

"میڈم اگر آپ مسٹر ریڈکلف کو مکان کرایہ پر دینا چاہتی ہیں ۔۔ بشرطیکہ آپ کا کرایہ دار وہی کلیمنٹ ریڈکلف ہو جس کا نام میری بہیوں میں درج ہے ۔ تو اطمینان رکھئے آپ کے برتنوں اور چمچوں کو کسی طرح کا خطرہ نہیں۔"

اتنا کہہ کر ساہوکار نے سر کو جھکا دیا ۔ جس کے معنی یہ تھے ۔ کہ بس مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا ہے ۔ اور نہ میں ان جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں ۔ ناچار مسز میکالے وہاں سے چلی آئی اور ایک کرایہ کی گاڑی میں سوار ہو کر مکان پر پہنچی ۔ مگر رستہ میں کئی طرح کے شکوک وشبہات اس محتاط اور شکی عورت کے دل میں پیدا ہونے لگے ۔ سوچتی تھی ۔ کیا عجب یہ شخص جو مکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے ۔ حقیقت میں کلیمنٹ ریڈکلف نہ ہو ۔ کون کہہ سکتا ہے وہ کوئی مہذب ٹھگ ہو ۔ جس نے یہ سن کر کہ کلیمنٹ ریڈکلف کا بہت سا روپیہ جمع ہے ۔ اس کا بھروپ اختیار کر لیا ہو ۔ طرح طرح کی بدگمانیاں اس کے دل میں پیدا ہونے لگیں ۔ جنہوں نے بتدریج یہاں تک ترقی کی کہ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا خواہ کچھ ہو میں اس شخص کو مکان کرایہ پر نہ دوں گی ۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ جس شخص کے پاس ایک لاکھ پونڈ ہوں ۔ اس کا سارے لندن میں کوئی شناسا نہ ہو ۔ نہیں یہ چال اس فریبی شخص نے محض اس لئے اختیار کی ہے کہ ساہوکار کے سوا کسی کا حوالہ دینے کی ضرورت نہ ہو ۔ اس قسم کے خیالات دل میں لئے وہ مکان پر واپس ہوئی ۔ مگر جس وقت مارٹیمر سٹریٹ سے گذر رہی تھی ۔ تو رستہ میں مسز سفکن کا مکان دیکھ کر اسے وہ واقعہ یاد آ گیا ۔ جب ایسے ہی شبہات کی وجہ سے اس نے ایک عمر رسیدہ شریف آدمی کو گھر میں رکھنے سے انکار کر دیا تھا ۔ مگر وہ اس ہمسائی کے مکان پر کئی سال رہا ۔ ہمیشہ اپنا کرایہ باقاعدہ سے ادا کرتا رہا ۔ اور کبھی کسی شکایت کا موقعہ نہیں دیا ۔ اس واقعہ کو یاد کر کے اس نے اپنے موجودہ شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی ۔ غرض اس جدوجہد کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اجنبی کے حق میں فیصلہ کر لیا ۔ گو اس کے باوجود فطری بدگمانی کی وجہ سے یہ خیال رہ رہ کر دل میں پیدا ہوتا رہا ۔ کہ میں نے اچھا نہیں کیا ۔ اور یہ شخص جلد یا بدیر ضرور بدقماش ثابت ہوگا ۔ بہرصورت تھوڑی دیر بعد نئے کرایہ دار کا اسباب پاس والے ہوٹل سے آ گیا ۔ مسز میکالے کی آنکھ دیر سے اس قلی پر لگی ہوئی تھی جو اسباب لیکر آیا ۔ پس جب وہ اسباب رکھ چکا ۔ تو اس نے اسے اشارہ سے اپنے کمرہ میں بلایا جن کے دو گلاس بھر کر ایک اُسے دیا ۔ دوسرا اپنے لئے رکھا ۔ اور اس کے بعد اس پر سوالات کی بھرمار شروع کی ۔

جاننے ہو یہ شخص مسٹر ریڈکلف کون ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں میڈم مجھے اس کا حال معلوم نہیں۔" ہوٹل کے مزدور نے جواب دیا "صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس نے سب نوکروں کو خوب دل کھول کر انعام دیا ہے۔"

"مگر سے تمہارے ہوٹل میں آئے کتنی مدت ہوئی؟"

"یوں سمجھیے کہ اول مرتبہ وہ چھ سات ہفتے ہوئے آیا تھا مگر اس وقت صرف چند روز ٹھیرا دن بھر اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا پرانے اخبارات دیکھا کرتا تھا۔ ہمارے ہاں۔ ہوٹل میں اخبار ٹائمز کا کوئی بیس سال کا پرانا فائل رکھا ہے۔ بس وہ صبح سے رات تک اسی کو دیکھا کرتا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس نے اسے اول سے آخر تک پڑھ ڈالا ہوگا۔ ہوٹل کے خانساماں کا خیال ہے کہ یہ شخص یا کوئی مدبر ہے یا کسی ورثہ کے متعلق جائز وارثوں کو تلاش کر رہا ہے۔ یا ممکن ہے وہ کئی سال ملک سے باہر رہنے کے بعد واپس آ کر یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ میری غیر حاضری میں یہاں کیا کیا واقعات ہوئے۔"

"عجیب بات ہے۔" مسز میکالے نے کہا۔ اور اس کے بعد معاملہ کے مالی پہلو پر غور کرتے ہوئے وہ کہنے لگی "میرا خیال ہے ضرور وہ کسی وارث ہی کی تلاش میں ہے۔ اور اسی لیئے اخباروں کے اشتہارات پڑھتا ہے۔ ساہوکار کے ہاں اس نے جو روپیہ جمع کر رکھا ہے۔ وہ بھی غالباً اسی سلسلہ میں ہے ... مگر تم کہہ رہے تھے کہ اول مرتبہ وہ صرف چند دن ہوٹل میں ٹھیرا تھا ..."

"جی ہاں۔ اس سے زیادہ نہیں۔" ہوٹل کے مزدور نے کہا۔ "اس کے بعد وہ ایک دستی بیگ ہاتھ میں لیکر دیہات کو روانہ ہو گیا۔ کہتا تھا چند دن تک واپس آؤں گا۔ جاتے وقت بہت گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس لیئے ہوٹل کا بل بھی نہیں چکایا۔ اسی طرح پانچ چھ ہفتے گذر گئے۔ اور ہمارے آقا نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ وہ ضرور کوئی دھوکہ باز تھا۔ کیا عجب اس ٹرنک میں بھی جسے وہ چھوڑ گیا ہے۔ اینٹوں کے ٹکڑے اور پھوس بھرا ہوا ہو۔ اور وہ اپنی ضروری چیزیں دستی بیگ میں رکھ کر ساتھ لے گیا ہو۔"

"ہاں واقعی۔ ایسا شک پیدا ہونا قدرتی ہے۔" مسز میکالے نے جسے یہ بات دل لگتی تھی کہا۔ "میرے دل میں تو چھ ہفتے گذرنے سے پہلے ہی شبہ ہو جاتا۔ اچھا پھر؟"

"بس میڈم۔ کل صبح کی بات ہے کہ آقا نے انتظار سے تھک کر ٹرنک کھولنے کا فیصلہ کر لیا" مزدور نے کہا۔ "چنانچہ مجھے بلا کر اس نے ایک آہنی سلاخ لانے کو کہا۔ میں اسے لیکر مسٹر ریڈکلف کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ایک کرایہ کی گاڑی ہوٹل کے دروازہ پر آ کر ٹھیری۔ اور اس سے اترا کون؟ یہی مسٹر ریڈکلف۔ جن کا اسباب اسی دستی بیگ کی صورت میں گاڑیبان نے اتار رکھا تھا۔ میں نے جھٹ اس

آہنی سلاخ کو کپڑوں میں چھپا لیا اور مسٹر ریڈ کلف کو سلام کیا۔ جب آقا کو خبر ہوئی تو پوچھئے نہیں وہ کتنے خوش ہوئے۔ اور ایسا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ مسٹر ریڈ کلف کو ذرا سی دیر اور ہو جاتی تو ٹرنک کھل جاتا اور آقا کو مشکل کا سامنا ہوتا۔"

"تمہارے آقا کی جگہ میں ہوتی تو ہر گز ایک ہفتہ سے زیادہ انتظار نہ کرتی۔" مسز میکالے نے جلدی سے کہا۔ "ہاں پھر؟"

"بس میڈم۔ ابھی ایک گھنٹہ کی بات ہے کہ مسٹر ریڈ کلف نے گھنٹی بجائی۔ اور اپنا بل طلب کیا اب گو وہ پورا ڈیڑھ مہینہ باہر رہا۔ مگر اس کا ٹرنک اس عرصہ میں ہوٹل میں ہی پڑا ہوا تھا۔ اس لئے آقا نے اس ڈیڑھ مہینہ کا کرایہ بھی بل میں شامل کر دیا۔ ہمارا خانساماں یوں بہت حوصلہ مند ہے۔ مگر اس بل کو لے کر جانے کی اسے کبھی جرات نہ ہوتی تھی۔ خیر آقا کے کہنے سے وہ بل لے گیا۔ مگر ریڈ کلف کا یہ حال کہ بل کو سرسری نظر دیکھتے ہی چند نوٹ میز پر رکھ دیئے۔ ایک لمحہ بھی تامل نہیں کیا۔"

"بس۔ بس۔ یہی بات مجھ کو پسند ہے۔" مسز میکالے نے خوش ہو کر کہا۔ اور اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ بل تیار کرنے وقت میں بھی خوب جی کھول کر خرچ لگاؤں گی۔ چند زائد اخراجات ان میں اور شامل کر دیئے گئے۔ تو یقیناً اس شخص کو اعتراض نہ ہوگا۔

"اس کے علاوہ" قلی نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس نے سب نوکروں کو خوب دل کھول کر انعام دیا۔ بالکل اس طرح گویا یہ چھ ہفتہ کا عرصہ اس نے ہوٹل میں رہ کر ہی بسر کیا تھا۔"

"لو۔ ایک گلاس اور لو۔" مسز میکالے نے جو ایسی سونے کی چڑیا کے دام میں پھنسنے پر خوشی سے پھولی نہ سماتی تھی۔ فیاضانہ انداز سے کہا۔ اور اب ہر قسم کے شکوک و شبہات اور تمام بدگمانیاں جو مسٹر کرایہ دار کی نسبت اس کے دل میں پیدا ہوئی تھیں رفع ہو گئیں۔

ہوٹل کے مزدور نے دوسرا گلاس بھی خالی کر دیا۔ اور پھر ٹرنک اٹھا کر اوپر کی منزل پر لے گیا۔ جس کے بعد وہ مسز میکالے کو سلام کر کے رخصت ہوا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مسٹر ریڈ کلف نے آکر اس حصہ مکان میں سکونت اختیار کر لی۔ اس عرصہ میں مسز میکالے اپنا بہترین اتوار کو پہننے کا لباس پہن کر۔ سرخ فیتوں کی نئی ٹوپی سر پر رکھے اس کے خیر مقدم کو تیار ہو رہی تھی۔ مگر مسٹر ریڈ کلف کے خاموش داخلہ سے اس کی ضرورت نہ ہوئی۔

باب ۱۳ (ب)

بہن بھائی

جس وقت مسٹر ریڈکلف نے اس مکان کی پہلی منزل میں سکونت اختیار کی۔ دوسری منزل کے مکین جن کا ذکر مسز میکالے نے اشارتاً کیا تھا۔ ایک میز کے پاس جس پر کتابیں اور کشیدہ کاری کا سامان رکھا ہوا تھا۔ بیٹھے تھے۔ کمرہ مناسب طور پر آراستہ اور ہر لحاظ سے آرام دہ تھا۔ اور اس کے رہنے والے بہن بھائی دو شخص تھے۔ جو آدمی انہیں سرسری نظر سے دیکھے وہ آسانی سے کہہ سکتا تھا کہ دونوں توام ہیں۔ بہن کا ذکر تفصیل سے کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پیشتر ہو چکا ہے فی الواقعہ وہ کرسٹینا ایشٹن ہی تھی جس کی خاطر لارڈ آکسٹون میرڈیتھ نے ڈوئیل لڑنا منظور کیا تھا۔ صرف اتنا اور لکھنا باقی ہے۔ کہ وہ ۱۶۔ ۱۷ سال کی ایک نہایت حسین لڑکی تھی۔

اس کا بھائی۔ اتنا ہی بڑا اور شکل وصورت میں اسی کے برابر شکیل تھا۔ اس کی آنکھیں بھی بہن کی طرح موٹی اور سیاہ تھیں۔ اور گو سر کے بال اتنے کالے نہ تھے۔ مگر ان میں بھی وہی قدرتی چمک پائی جاتی تھی۔ جو کرسٹینا کے بالوں میں تھی۔ بہن کی طرح اس کے دانت بھی موتیوں کی آب رکھتے اور ہر لحاظ سے مکمل تھے۔ اور اسی کی طرح اس کا چہرہ بھی سپید تھا۔ اس طرح کا سپید نہیں جسے نقاہت یا علالت کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی سپیدی ایسی تھی جو سیاہ بال اور سیاہ آنکھیں رکھنے والے جوانوں کے چہرہ سے مخصوص اور سرخ رنگت کے فقدان سے پیدا ہوتی ہے۔ کرسٹینا کا اندام نازک۔ چھریرا اور خوش وضع بیان کیا گیا ہے جس میں شباب کی بالیدگی کے سب امکانات موجود تھے اور گو سینہ کی نہفت ونمود ابھی سے عشاق کی دلربائی کے سامان پیدا کرتی تھی۔ مگر اس حیلے سے دوشیزگی سے جسے ناظرین اس سے منسوب کرنے لگے ہیں۔ لباس کی تراش میں نمود حسن سے زیادہ اخفائے جمال کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور برف کی ایسی سپید گردن تنگ گریبان میں محصور تھی۔ بھائی کا بدن گو نازک اور متناسب الاعضا تھا۔ مگر رفتار شباب کے ساتھ ساتھ اس میں بھی مردانہ بالیدگی کے آثار تھے۔ صورت کی طرح سیرت میں بھی دونوں ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ دونوں تعلیم یافتہ اور ذہین تھے۔ دونوں کی فطانت قابل رشک تھی۔ دونوں کو آپس میں بے اندازہ محبت تھی۔ چنانچہ جس وقت بہن کشیدہ کے کام میں مصروف ہوتی بھائی کوئی کتاب لیکر بیٹھ جاتا۔ اور اس کے وہ حصے پڑھ کر سنانے لگتا تھا جو دلچسپ اور سبق آموز ہوں۔

بہن بھائی دونو کے چہرہ پر فکر کی ایک ہلکی نامعلوم جھلک پائی جاتی تھی - جو بعض اوقات نمایاں صورت اختیار کر لیتی - مگر جب ان میں سے ایک دوسرے کو اس حالت میں دیکھتا تو وہ فوراً مسکرانے کی کوشش کرتا - جس سے معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ اس قسم کا خاموش معاہدہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اثرات یاس کو غالب نہ ہونے دیا جائے - توام بچوں میں کئی طرح کی دلچسپیاں پائی جاتی ہیں - ان میں گہری محبت ہونا یقینی ہوتا ہے - اکثر ان میں عظیم بدنی مشابہت پائی جاتی ہے - ان کے مزاج - ان کے ذہنی اشغال بھی بالعموم مساوی ہوتے ہیں - مگر یہ مشابہتیں جو عام طور پر سبھی توام بچوں میں پائی جاتی ہیں - کبھی اس قدر نمایاں صورت میں نہ دیکھی گئی ہوں گی جیسے ان بھائی بہن میں تھیں - جن کا حال لکھا جا رہا ہے - ان کے تعلقات میں ایک خاص دلکشی پائی جاتی تھی - جس میں اس سبب سے اور اضافہ ہو گیا - کہ ان کے نام بھی خفیف جنسی تفاوت کے ساتھ ایک ہی تھے - یعنی بہن کا نام اگر کرسٹینا تھا تو بھائی کا کرسچن -

جس دن صبح کو لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ کا اپنے حریف سے ڈویل ہوا - یعنی ریجنٹس پارک میں کرسٹینا ایشٹن کو ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کے دوسرے دن کا ذکر ہے - جیسا امید کی جا سکتی ہے - کرسٹینا نے اس واقعہ کا سب حال بھائی سے کہہ دیا تھا - کیونکہ وہ کبھی ایک دوسرے سے کوئی بات نہ چھپاتے تھے - پس اب کرسچن گاہ گاہ کتاب سے نظر ہٹا کر بہن کے چہرہ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ بےچین اور مضطرب ہے - جس کی وجہ اس سے پوشیدہ نہ تھی - پہلے اس نے بالارادہ اس مضمون کا ذکر نہیں چھیڑا کہ مبادا اس سے بہن کے خیالات پوری طرح اسی معاملہ پر جم جائیں - مگر جب اس نے اس کی بےچینی کو ترقی کرتے دیکھا - تو کتاب ہاتھ سے رکھ کر پیار کی آواز سے کہنے لگا "بہن تمہیں اس طرح فکرمند دیکھ کر میرا دل سخت مضطرب ہوتا ہے - خدا کرے تمہاری بےچینی جلد رفع ہو -"

نازنین کی خوشنما سیاہ آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بہنے لگے - اور وہ افسردگی کے لہجہ میں بولی "کرسچن مجھے اس لئے تشویش ہے کہ ایسا نہ ہو میری وجہ سے دو قیمتی جانوں کو خطرہ پیش آئے - یا اس وقت تک ان میں سے ایک ضائع ہو گئی ہو -"

" مگر کیا مسٹر ہرسیول نے وعدہ نہ کیا تھا - کہ مقابلہ کے نتیجہ کی اطلاع ضرور بھیجی جائیگی" بھائی نے پوچھا "میرا دل کہتا ہے کہ اگر کوئی مہلک واقعہ پیش آتا تو ضرور اس وقت تک سارا حال معلوم ہو جاتا - اور کیا مسٹر ہرسیول نے یہ نہ بتایا تھا کہ وہ کہاں رہتے ہیں؟ یہ معلوم ہوتا تو میں خود جا کر ان کا حال دریافت کرتا -"

نہیں۔ انہوں نے قصداً مجھے لاعلم رکھا۔ کہ ایسا نہ ہو میں حکام کو خبر دے کر ڈویل رکوانے کی کوشش کروں۔" کرسٹینا نے جواب دیا۔

"بہن ہمیں لوزن میں آئے چھ مہینے ہو گئے۔ مگر اس ایک موقعہ کے سوا میں نے کبھی تمہیں تنہا باہر نہیں جانے دیا۔" کرسچن نے کہا۔ "اور میں عہد کرتا ہوں کہ پھر کبھی اکیلا باہر نہ جانے دوں گا۔"

"کرسچن۔ تمہیں یاد ہے۔ اس روز تم اپنی تصویر کی تیاری میں بے طرح مصروف تھے۔ اس لئے میں نے تمہارا ہرج کرنا مناسب نہ جانا" کرسٹینا نے جواب دیا "علاوہ بریں چونکہ ریجنٹس پارک بالکل پاس ہے۔ اس لئے میں نے سمجھا وہاں مسٹر پرسٹن کے مکان تک اکیلا جانے میں کیا عیب ہوگا۔ ہمیں اس روز اپنا ماہوار وظیفہ لینے ان کے وہاں جانا تھا۔ تمہیں اس کا خیال نہیں رہا۔ اور میں نے یہ سوچ کر کہ تمہیں کپڑے بدلتے دیر ہو جائے گی۔ اور مسٹر پرسٹن جو ہمیشہ اصرار کیا کرتے ہیں کہ یوم معینہ کو وقت مقررہ پر وظیفہ لینے آیا کرو خفا ہو جائیں گے۔ یہ معمولی کام اپنے اوپر لے لیا۔۔۔"

"خیر جو کچھ بھی ہوا مجھے اس پر سخت ندامت ہے۔ کیونکہ میں اس بات کو بھولتا نہ تمہیں زحمت ہوتی۔" کرسچن نے کہا۔ "بہرحال آئندہ کے لئے میں کان کو ہاتھ لگاتا ہوں کہ کبھی تساہل نہ ہوگا۔ اور میں صحیح وقت پر تمہارے ساتھ جانے کو تیار رہوں گا۔۔۔ مگر میں یہ پوچھنا چاہتا تھا۔ کیا اس موقعہ پر مسٹر پرسٹن نے کچھ اور حالات بھی بیان کئے تھے؟۔۔۔"

"بالکل نہیں" کرسٹینا نے جواب دیا۔ "عام حالات کی طرح اس نے سب کام غیر معمولی جلدی میں کیا۔ اور گو اس کا سلوک گستاخانہ نہ تھا۔ پھر بھی ہر بات میں ایک رنجیدہ اختصار پایا جاتا تھا۔ میں پوچھتی ہی رہی کہ اس نے جھٹ مجھے نوکر کے ساتھ دفتر سے رخصت کر دیا۔"

"مجھے بارہا اس راز کو سوچ کر تشویش ہوتی ہے" کرسچن نے کہا۔ اور اب ایک لمحہ کے لئے اثرات ملال نے اس کے مزاج کی طبعی حلاوت کو بھی مکدر کر دیا۔ "کاہلی کی زندگی سے میری طبیعت سخت گھبراتی ہے میں چاہتا ہوں کوئی ایسا کام شروع کروں جس سے اپنے لئے روزی کما سکوں۔ اگر جو کچھ ہمیں دیا جاتا ہے وہ محض خیرات کی قسم سے ہے۔ تو پھر اس ذلت سے جتنا جلد چھٹکارا حاصل ہو بہتر ہے۔ لیکن اگر معاملہ یہ ہو کہ چچا نے جن کا انتقال دفعتاً ہو گیا تھا۔ ہمارے لئے کچھ جائداد چھوڑی اور اس کا منتظم مسٹر پرسٹن کو مقرر کیا تو خیر یہ اور بات ہے۔ بہرصورت یہ دبدھا کی حالت ناگوار ہے۔ کچھ نہ کچھ معلوم ہونا چاہئے۔ جس سے ہماری زندگی پر روشنی پڑ سکے۔ اب کی بار پیاری کرسٹینا میں نے عہد کر لیا ہے کہ جب ماہوار وظیفہ لینے جاؤں گا تو مسٹر پرسٹن سے ضرور ادب و استقلال کے ساتھ سب حال معلوم کرونگا

کوشش کروں گا۔"

"بھائی میں بھی چاہتی ہوں۔ یہ راز کسی طرح حل ہو۔" بہن نے کہا "پچھلے دوشنبہ کو ایک سال ہو گیا کہ ہمارے چچا کا" اس نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا "ایسے افسوسناک حالات میں انتقال ہوا۔ اسی روز ہمارا ایک سال کا سوگ ختم ہوا۔ اور ہم نے ماتمی لباس اتار دیا . . ."

"مگر اس ایک سال کے عرصہ میں ہم اپنے متعلق اس سے زیادہ کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے جس قدر مسٹر اشٹین کے انتقال پر معلوم تھے" کرسچن نے کہا "ہاں اس عرصہ میں۔ مسٹر پرسٹن کسی طرح ہمارے معاملہ میں دلچسپی لینے لگے۔ چنانچہ چھ ماہ ہوئے انہوں نے ہمیں اپنے خوشنما دیہاتی مکان سے یہاں صدر مقام میں بلوایا اور مجھ سے کہا کہ میں تمہیں زندگی کے کسی شعبہ کے لئے تیار ہونے میں مدد دوں گا۔ مگر دیکھو ہمیں یہاں آئے چھ ماہ ہو گئے۔ پر حالت جیسی تب تھی ویسی اب ہے۔ مگر نہیں۔ اس طرح رنج و ملال کو دل میں جگہ دینا ٹھیک نہیں۔ یہ ناسپاسی میں داخل ہوگا۔ ہماری ضروریات چونکہ محدود ہیں۔ اس لئے بارہ پونڈ ماہوار جو ہمیں ملتے ہیں۔ ہمارے لئے ایک چھوٹی سی دولت کا درجہ رکھتے ہیں۔"

"پیارے بھائی" کرسٹینا نے کہا۔ "گاہ گاہ تمہاری زبان سے اس قسم کے الفاظ سن کر جو ثابت کرتے ہیں کہ تم اپنے دل میں جائز مردانہ خواہشات رکھتے ہو۔ دل کو جو خوشی ہوتی ہے۔ میں اسے بیان نہیں کر سکتی۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے بھائی کی طرف محبت اور خواہرانہ توصیف کی نظروں سے دیکھا۔

اس وقت ایک نوکر نے آ کر اطلاع دی "مس ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام مسٹر پرسیول بیان کیا ہے۔"

"توشکر ہے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں۔" کرسٹینا نے انداز تشکر سے کہا۔ اور بھائی نے نوکر کو حکم دیا کہ انہیں یہاں بھیج دو۔

لیکن اس وقت جب کہ لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ زینہ کی راہ سے اس کمرہ کی طرف جا رہا ہے۔ ہم موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ان حالات کی توضیح کرتے ہیں جن میں اس نے پرسیول کا فرضی نام اب تک برقرار رکھا۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ وہ کرسٹینا پر "ایک نامعلوم حسینہ" کی حیثیت میں عاشق ہو چکا تھا اور گو اس درمیان میں اس نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ زوے سے میری شادی حقیقی عشق و محبت پر مبنی ہے۔ تاہم اس پراسرار نازنین کے دوبارہ سامنے آتے ہی اسے اپنے جذبات کی حقیقت کا علم ہو گیا

جس روز ریجنٹس پارک میں کرسٹینا سے اس کی غیر متوقع ملاقات ہوئی۔ تو اس کی آنکھوں کے آگے سے اک پردہ سا ہٹ گیا۔ اور اس نے معلوم کیا کہ زو سے شادی کرنے کا معاملہ میں میں نے کتنی بھاری غلطی کی ہے۔ اس حقیقت کو اب وہ بہت عرصہ نظر انداز نہ کر سکتا تھا۔ کہ مجھے اگر کسی سے سچا عشق ہو سکتا ہے۔ تو وہ کرسٹینا ایشٹن ہے۔ میرے دل میں اس کے لئے وہ زبردست جذبہ محبت ہے جو روکے نہیں رکتا۔ دبائے نہیں دبتا۔ اور گو زو کے ساتھ تعلقات زوجیت نیز کرسٹینا کے ساتھ تعلقات اخلاقی کی بنا پر بارہا اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو اس دوسری ملاقات سے بچنا ہی لازم ہے۔ مگر باوجود کوشش کے وہ اس کا حوصلہ نہ کر سکا۔ فی الحقیقت اسے اپنے جذبات پر اتنا قابو نہ تھا۔ کہ وہ اس کشش پر غالب آسکتا۔ جو اسے اس نازنین کی طرف لئے جاتی تھی انصافاً ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ خیال ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوا کہ کرسٹینا سے ناجائز تعلق پیدا کرنے یا اسے نیکی کی راہ صراط سے منحرف کرنے کی کوشش کرے اس کی آرزو فقط یہ تھی کہ پھر ایک بار اس نازنین کے حسن دلنواز کا نظارہ لے۔ پھر ایک بار اسکی نغمہ ریز خوش آئند آواز سنے۔ اور اس اثنا میں ایک نامعلوم ـ چھوٹی ـ مگر زبردست آواز بار بار اس کے سینہ میں کہہ رہی تھی۔ کہ یہ ملاقات آخری نہ ہوگی۔ یہ ملاقات آخری نہیں ہو سکتی۔ اس بارہ میں وہ خود اپنی کمزوری سے اچھی طرح خبردار تھا۔ اور اس حقیقت کو خوب سمجھتا تھا۔ کہ اس سے احتراز آئندہ بھی اتنا ہی غیر ممکن ہوگا۔ جیسا اب ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی جب اس نے سوچا۔ کہ کیا میں اپنا اصلی نام اس پر ظاہر کر دوں تو ادراک نے جواب دیا کہ نادان اس صورت میں وہ بآسانی معلوم کر لے گی۔ تو شادی شدہ ہے۔ اس قسم کی حقیقت روزمرہ کے واقعات میں بڑی سہولت سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اگر ایسا ہو گیا۔ تو پھر ان ملاقاتوں کا خدا حافظ۔ البتہ پرسیول کے فرضی نام سے یہ ملاقاتیں آئندہ بھی جاری رہ سکیں گی۔ اور گو ان سے عملی طور پر فائدہ کچھ نہ ہوگا۔ تاہم یہ کیا کم ہے۔ کہ ان سے اطمینان قلب تو ہوگا۔ سینہ کی خلش نہ ہٹے گی۔ نہ سہی۔ دل تو ٹھنڈا ہوتا رہیگا غرض اس تفصیل سے جو بات ہمیں ظاہر کرنا مطلوب تھا۔ وہ یہ ہے کہ گو آگسٹوین میریڈیتھ کی نیت میں فتور نہ تھا۔ گو اس کے دل میں اس نازنین کے خلاف کسی طرح کے فاسد منصوبے مطلق نہیں تھے تاہم ایک زبردست جذبہ مفتونیت کے زیر اثر ڈوبتے ہوئے شخص کے تنکے کی طرح اس نے اس فرضی نام کی رعایت کا موقعہ دیکھ کر اس سے فائدہ اٹھانے میں دریغ نہ کیا۔

اسی جوش اشتیاق میں اس نے کمرہ میں داخل ہونے کے وقت تک یہ بھی نہیں سوچا کہ کرسٹینا

کے پاس اور کون ہوگا۔ کیا وہ اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہے یا کسی اور رشتہ دار کے ساتھ۔ یہ سب باتیں اور اس کی نسبت باقی حالات اسے قطعاً معلوم نہ تھے۔ سوا اس ایک بات کے۔ کہ اس کا ایک بھائی ہے۔ جسے اس نے چند موقعوں پر اس کے ساتھ پھرتے دیکھا تھا۔ اور جیسا ناظرین کو یاد ہوگا۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ سے ان دونوں کا ذکر بھی کیا تھا۔ جو نوکر دروازہ کھولنے کے لئے آیا۔ اس سے وہ چند ایک سوالات پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر پھر خیال آیا۔ کہ اگر نوکر نے کم فہمی سے یہ سب باتیں انہی سے کہہ دیں جن کی نسبت انہیں دریافت کرنا مطلوب ہے۔ تو اس کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ پس وہ خاموش رہا۔

کمرہ میں داخل ہوتے ہی اس نے کہا "مس اشٹین میں اپنے وعدہ کے مطابق یہ عرض کرنے کو حاضر ہوا ہوں۔ کہ کام ہوگیا۔ اور میں ہر طرح محفوظ رہا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اس نازنین کی طرف بڑھایا۔ جس نے اسے بھولے پن سے پکڑ لیا کیونکہ وہ محسوس کرتی تھی کہ اس شخص نے مجھے ایک آوارہ گرد کی گستاخانہ بدسلوکی سے بچایا اور میری وجہ سے جان تک کو خطرہ میں ڈال کر میری ذات پر اتنا بھاری احسان کیا ہے۔ جس کا عوض میں کسی حال میں ادا نہیں کرسکتی۔

اسی انداز معصومیت سے اس نے اس کے شجاعانہ طرز عمل کا پھر ایک بار شکریہ ادا کیا اور پوچھا "اس مقابلہ میں آپ کو خدانخواستہ کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟"

"بالکل نہیں۔" میریڈیتھ نے جواب دیا "میرا اس شخص مسٹر سٹینہوپ سے۔ جس نے آپ سے گستاخانہ سلوک کیا تھا۔ مقابلہ ہوا۔ مگر دونوں میں کسی کو گزند نہیں پہنچا . . . یہ غالباً آپ کے بھائی ہیں؟" یہ کہتے ہوئے اس نے کرسچن کی طرف مڑ کر بڑے اخلاق سے ہاتھ بڑھایا جسے اس نے بہن کی طرح انداز خلوص سے پکڑا۔

اس کے بعد آکٹیوین بیٹھ گیا۔ اور بہن بھائی کے ساتھ مختلف معاملات پر گفتگو ہونے لگی۔ ان کی زبانی اسے معلوم ہوا۔ کہ ان کو صدر مقام میں آئے چھ ماہ سے اوپر ہوگئے۔ یہ کہ ان کے والدین کو انتقال کئے عرصہ ہوا۔ اور ان کی پرورش ان کے چچا نے کی۔ جس کے پاس گزارہ لائق جائداد تھی۔ اور جو شمالی انگلستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ اب اس کے انتقال پر دنیا میں ان کا کوئی رشتہ دار یا قرابتی نہ تھا۔ یہ باتیں رفتہ رفتہ اثنائے گفتگو میں اس کو معلوم ہوئیں۔ مگر نہ تو بہن بھائی نے اس کا ذکر کیا کہ ہمارے گزارہ کی موجودہ صورت کیا ہے۔ اور نہ لارڈ آکٹیوین نے اس راز کو معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس مختصر عرصہ میں کہ وہ ان کے پاس ہا اس نے معلوم کر لیا کہ دونوں ناتجربہ کار

دنیاوی حالات سے بے خبر اور بالکل معصوم ہیں۔ پس ان کے روبرو کوئی ایسی بات کہنے سے جو بوجہ استعجاب ان کے حسیات لطیف کے لئے باعث ملال ہو۔ اس نے قطعاً احتراز کیا۔ اس کے بعد جب چلنے کو تیار ہوا۔ تو اس نے کہا کہ آئندہ کبھی اس طرف سے گذر ہو تو مزاج پرسی کو حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔ کرسٹینا نے اس کا جواب نہ دیا۔ مگر کرسچن نے اس درخواست کو اس کی عنایت اور دوستانہ خلوص پر محمول کر کے شوق سے رضامندی ظاہر کی۔

لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ کو رخصت ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی۔ اور بہن بھائی اس بات پر خوش ہو رہے تھے۔ کہ ڈویل کا واقعہ اس خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔ کہ مسز میکالے گھبرائی ہوئی کمرہ میں داخل ہوئی۔ دونوں کو یہ حالت دیکھ کر سخت وحشت ہوئی۔ مگر وہ کچھ پوچھا ہی چاہتے ہیں کہ وہ خود کہنے لگی "یہ جو ریجینٹس پارک میں ایک شخص مسٹر پرسٹن رہا کرتا تھا۔ کیا تمہارا اس سے کسی طرح کا لین دین ہے؟ کیا وہ تمہارا دوست یا ولی یا سرپرست ہے؟ میرا خیال ہے تم نے ایک دو مرتبہ اس کا ذکر تو کیا تھا"

بہن بھائی نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ مگر مسز میکالے کے الفاظ اور اس کے اضطراب سے ان کی پریشانی بڑھ گئی۔ کسی نامعلوم وجہ سے یہ خیال ان کے دل میں پیدا ہوا کہ ضرور کوئی ناخوشگوار واقعہ ظہور میں آیا ہے۔

"اچھا تو اس مسٹر پرسٹن کے پاس تمہارا بہت سا روپیہ جمع تھا؟" مسز میکالے نے پوچھا۔

"نہیں اس بارہ میں کچھ معلوم نہیں۔" کرسچن نے جواب دیا "بارہا ہم نے صحیح حالات جاننے کی کوشش کی مگر قاصر رہے۔۔۔ لیکن آپ کس لئے پوچھتی ہیں؟"

"مجھے احتمال ہے۔ تمہیں اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوگا" مسز میکالے نے کہنا شروع کیا۔ مگر ان کی بڑھتی ہوئی پریشانی دیکھ کر جلدی ہی کہنے لگی "دیکھو گھبراؤ نہیں۔۔۔ گھبراہٹ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔۔۔ اگرچہ بات واقعی گھبرانے کی ہے۔۔۔"

"لیکن میڈم کہئے تو ہوا کیا ہے؟" کرسٹینا نے تشویش اور بے چینی سے پوچھا "ہمیں دیر تک امید و بیم کی حالت میں نہ رکھئے"

"ہوا یہ ہے کہ مسٹر پرسٹن بھاگ گیا۔ عدم پتہ ہو گیا" مسز میکالے نے جواب دیا "اس نے بے شمار جعلسازیاں کی ہیں۔ اور پولیس نے اس کی حراست کے لئے انعام مشتہر کر رکھا ہے۔ ابھی ابھی میں نے ایک اشتہار دیکھا۔ اس لئے خیال آیا کہیں یہ وہی پرسٹن نہ ہو جس سے تمہارا لین دین تھا۔ اور

اب معلوم ہوتا ہے کہ وہی تھا جوزف پرسٹن ... سکنہ کیمبرج ٹیریس ..."

واقعی یہ شخص وہی تھا جس کے ہاں سے بہن بھائی ماہوار وظیفہ لیا کرتے تھے ۔ قدرتی طور پر یہ خبر ان کے لئے سخت روح فرسا ثابت ہوئی ۔ ایک منٹ سے زیادہ عرصہ وہ انداز حیرت سے مسز میکالے کی طرف دیکھتے رہے ۔ پھر کسی مشترکہ خیال کے زیر اثر ۔ ایک دوسرے سے تسکین حاصل کرنے کے لئے بغلگیر ہو گئے ۔ یہ حالت دیکھ کر مسز میکالے کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو گئی ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں ۔ کہ وہ دل کی بُری نہ تھی ۔ لیکن زرطلبی کی ہوس اور نقصان کے اندیشے ہر حال میں اس کے حسیات لطیف پر غالب ہو جاتے تھے ۔ اس موقعہ پر بھی ایسا ہی ہوا ۔ یعنی گو اسے ان یتیموں سے موجودہ مصیبت میں دلی ہمدردی تھی ۔ مگر اس کے ساتھ یہ خیال بھی فوراً پیدا ہوا کہ کیا یہ لوگ اپنی موجودہ صورت میں اس مکان کا کرایہ ادا کر سکیں گے ؟ کیا آئندہ ان سے ۲۵ شلنگ ہفتہ وار کی رقم وصول کرنے کی امید ہو سکتی ہے ؟

یکایک اس نے کہا ۔" اچھا ہو کہ تم مسٹر پرسٹن کے مکان پر جا کر سب حالات معلوم کرو ۔ میرا خیال ہے مکان اس وقت پولیس کے قبضہ میں ہے ۔ مگر تم جا کر اتنا تو معلوم کر لو گے کہ وہ اپنے پیچھے تمہاری نسبت کوئی مفید دستاویز چھوڑ گیا یا نہیں ۔"

بات بہن بھائی دونو کے دل لگی ۔ اور انہوں نے اس پر فوراً عمل کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ جب مسز میکالے چلی گئی تو وہ پھر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے ۔ اور آپس میں تسلی اور تسکین کے الفاظ کہنے کے بعد تبدیلی لباس کے لئے اپنے کمروں میں گئے ۔ چند منٹ میں تیار ہو کر اکٹھے گھر سے نکلے ۔ اس کے بعد جب وہ بازار میں بازو ڈالے ریجنٹس پارک کی طرف جا رہے تھے ۔ تو گو دونو چپ تھے مگر ایک کی موٹی سیاہ آنکھیں رہ رہ کر دوسرے کے چہرہ کی طرف اس طرح اٹھتی تھیں ۔ گویا اس ذریعہ سے ایک دوسرے کی ہمت بندھانے کی کوشش کر رہے تھے ۔ بہن بھائی اور بھائی بہن کی حوصلہ افزائی کے لئے چہرہ پر آثار اطمینان پیدا کرتا تھا ۔ مگر یہ اندیشہ دونو کے دلوں میں موجود تھا ۔ کہ ایسا نہ ہو مسٹر پرسٹن کے جرائم ہماری تباہی اور بربادی کا موجب ثابت ہوں ۔ رستہ میں کئی راہرو اس شکیل جوڑے کو دیکھنے کھڑے ہو جاتے تھے ۔ ہر شخص کے قلب پر اس نازنین کے حسن دلنواز اور اس نوجوان کے جمال دلفریب کا اثر ہوتا تھا ۔ ان کی صوری مشابہت ہر شخص کے لئے ایک کشش خاص پیدا کر رہی تھی ۔ مگر اپنی محویت میں انہیں لوگوں کی اس دلچسپی کا کچھ خیال نہ تھا ۔

اس جگہ سرسری طور پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مسٹر پرسٹن قریباً ۵۰ سال عمر کا ٹھگنا ۔

لاعزاندام شخص تھا۔ عادات سے پھرتی اور انداز سے کاروباری اہمیت ظاہر ہوتی تھی۔ شہر میں اس کا ساہوکارہ خاصا اچھا چلتا تھا۔ مگر سکونت کیمبرج ٹیریس واقع ایجنٹس پارک میں تھی۔ عوام میں مشہور تھا کہ بہت مالدار ہے۔ لیکن مسٹر آرمیٹیج کے برخلاف اسے طبقہ اعلیٰ کی بود و باش سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور وہ اس سے قصداً احتراز کرتا تھا۔ ایسے حالات میں اس کا ایجنٹس پارک ایسے فیشن ایبل حصہ میں سکونت رکھنا حیرت خیز سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ کاروبار کو روبزوال دیکھ کر اس نے عمداً اس جگہ کی سکونت اس لئے پسند کی کہ لوگ مجھے اس سے زیادہ مالدار تصور کریں جتنا وہ حقیقت میں تھا۔ وہ بے اولاد تھا۔ فی الحقیقت اس کی شادی اب تک نہ ہوئی تھی۔ اور یہ امر اس لحاظ سے موجب اطمینان تھا۔ کہ اس کی وجہ سے چند بے گناہ جانوں کو مبتلائے مصیبت نہیں ہونا پڑا۔

کرسچن اور کرسٹینا چلتے ہوئے کیمبرج ٹیریس میں پہنچے۔ اور مکان کے دروازہ پہ دستک دی ایک سپاہی نے آکر دروازہ کھولا۔ جس کی زبانی معلوم ہوا کہ مسٹر پرسٹن قریباً ۳۰ ہزار پونڈ مالیت کی جعلسازی کے بعد فرار ہو گیا ہے۔ اور پولیس کو شبہ ہے کہ تحقیقات سے بعض اور وارداتیں بھی ظاہر ہوں گی۔ اس کے جرائم کا انکشاف مالی حلقہ کے کسی کاروباری شخص کی بدولت اسی روز صبح کو ہوا تھا مگر جس وقت پولیس کے آدمی اطلاع پا کر اسے گرفتار کرنے کیمبرج ٹیریس میں گئے تو وہ عدم پتہ ہو چکا تھا۔ معلوم ہوا شب گذشتہ ہی کسی طرف کو فرار ہو گیا ہے۔ بہن بھائی کو سپاہی کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے دفتر یا مکان سے کوئی کارآمد یا مفید کاغذات برآمد نہیں ہوئے۔ گو اس کی خوابگاہ میں اس قسم کی راکھ پڑی ہوئی دیکھی گئی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے بعض دستاویزات کو قصداً جلا دیا ہے۔

یہ حالات تھے جو کہ کرسچن اور کرسٹینا کو سپاہی کی زبانی معلوم ہوئے۔ اور اس کے بعد چونکہ کوئی بات دریافت طلب باقی نہ تھی۔ اس لئے وہ افسردہ و پژمردہ چپ چاپ مکان کی طرف واپس ہوئے تھوڑی دیر خاموش رہے۔ دونو محسوس کرتے تھے۔ کہ دنیا میں ہم بدنصیبوں کا جو تھوڑا بہت آسرا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ اس کے بعد یکایک دونو کی نگاہیں ملیں۔ اور اس کے ساتھ ہی آنکھوں سے سیلاب اشک بہ نکلا۔ اس وقت اگر گذرگاہ عام کا خیال نہ ہوتا۔ تو وہ یقیناً وہیں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر رونے لگتے۔

دفعتاً کرسچن نے مردانہ استقلال سے آنسو پونچھ کر کہا "بہن اس طرح ملول و مایوس ہونا واجب نہیں۔ مسٹر پرسٹن نے گو وعدے بہت کئے۔ مگر آج تک میرے لئے کوئی روزگار تلاش نہ کیا۔

بہرحال اب میں اپنی سعی و کوشش سے کوئی سبیل پیدا کروں گا۔ میں کوئی کام۔ کوئی حقیر سا کام بھی۔ جس سے تھوڑی بہت آمدنی کی صورت پیدا ہو۔ شوق سے کرنا منظور کروں گا۔ پیاری کرسٹینا۔ میں جی توڑ کر محنت کروں گا۔ اور تمہیں آسائش سے رکھوں گا۔"

بھائی میں خود محنت کروں گی۔" کرسٹینا نے جواب دیا۔ "واقعی ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ خدا کے فضل سے ہم دونو کو اچھی تعلیم حاصل ہے۔ اور اس شہر آباد میں رہ کر گذارہ لائق کما لینا کچھ ایسا دشوار نہ ہوگا۔"

ان باتوں سے دونو کا اطمینان ہوگیا۔ آنسو خشک ہوئے۔ اور دل سے اثرات یاس بھی جاتے رہے۔ دونو کو ایک دوسرے پر بھروسہ اور خدا کی ذات پاک پر اعتماد تھا۔ علاوہ بریں عہد شباب مایوسیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ پس دونو جلد مطمئن ہو گئے۔ اور گھر کی طرف جاتے ہوئے انہوں نے آئندہ تجاویز پر غور کرنا شروع کیا۔ دونو نے طے کیا۔ کہ موجودہ حالات میں ۲۵ شلنگ ہفتہ وار کرایہ کے مکان میں رہنا ٹھیک نہ ہوگا۔ اس لئے مسز میکالے سے چلکر کہہ دیا جائے کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہوگا۔ یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔ جس وقت مارٹیمر سٹریٹ میں پہنچے۔ تو مسز میکالے۔ جو بے چینی سے ان کی واپسی کی منتظر تھی دروازہ کھولنے گئی۔ اور انہیں اپنے کمرہ نشست میں لے گئی انہوں نے اس سے سب حال کہہ دیا۔ اور بیان کیا کہ ہمارا ارادہ بہت جلد کسی ارزاں کرایہ کے مکان میں اٹھ جانے کا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ اب ہمیں چونکہ آمدنی کی کوئی صورت نہیں رہی اس لئے خود ہی محنت کر کے گذران کرنی ہوگی۔ معلوم ہوا ان کے پاس پہننے کے کپڑے کافی تھے اور چند کم قیمت زیورات کے علاوہ چودہ پندرہ پونڈ نقد بھی تھے۔

سب حالات سُن کر مسز میکالے نے کہا۔ "عزیز بچو اس مصیبت میں مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے اور اگر میں کسی طرح تمہاری امداد کر سکوں۔ تو سچ جانو مجھے اس سے دریغ نہ ہوگا۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ پارک سٹریٹ کیمڈن ٹون میں ایک بیوہ عورت کا چھوٹا سا مکان ہے جس کا ایک حصہ کرایہ کیلئے خالی ہے وہاں تمہیں دس شلنگ ہفتہ وار میں دو اچھے کمرے مل جائیں گے۔ پہچان کی ضرورت ہو تو میرا نام لے دینا۔ تمہاری اس جگہ کی سکونت کے متعلق یہ کہ موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے میں ہر ممکن رعایت سے کام لینے کو آمادہ ہوں۔ نیا ہفتہ شروع ہو چکا ہے۔ اور قاعدہ کے مطابق کرایہ دار مکان خالی کرنا چاہے تو اس کے لئے ایک ہفتہ پہلے اطلاع دینا لازم ہوتا ہے۔ لیکن تمہاری حالت میں میں آخری شرط پر زیادہ زور نہیں دیتی۔ اس لئے اگر تم نئے ہفتہ کا پورا کرایہ دے دو۔ تو بس میرا اطمینان ہو

جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ اس لئے نہیں کہ مجھے تمہارا رہنا ناپسند ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ بصورت موجودہ تمہیں ہر ممکن طریق پر کفایت سے کام لینا چاہیئے۔" کرسٹینا سے خاص طور پر اس نے کہا "تمہیں اس میں یہ صلاح دیتی ہوں کہ کشیدہ کاری سے آمدنی کی صورت پیدا کرو۔ یہ کام کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ اور فائدہ مند بہت ہے۔ شہر میں مسٹر سیموئیل عمانوئیل نامی گرامی بزاز ہیں۔ ان کے ہاں اس طرح کا کام وافر ہے۔ ان کے پاس جاؤگی تو ضرور کوئی دھندا مل جائے گا۔ لیکن تمہاری نسبت ماسٹر اسٹیفن مجھے واقعی حیرت ہے کہ کونسا کام تجویز کروں۔ اس کے باوجود میں خیال رکھوں گی۔ اور جیسے ہی کوئی کام نظر آیا۔ اس کی اطلاع بھیجدوں گی۔ اب دونو کیک کا ایک ایک ٹکڑا کھا کر شراب کا گلاس پی لو۔ اور یہاں سے پارک سٹریٹ میں مسز گالڈنز کے مکان پر چلے جاؤ۔"

بہن بھائی نے مسز میکالے کا اس قیمتی مشورہ کے لئے شکریہ ادا کیا۔ مگر اس کی دعوت سے ممنونیت کے ساتھ انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنی جدید تجویز پر بلا تاخیر عمل کرنا چاہتے تھے۔ دونو کیجنبل پارک سے گذ کر کیمڈن ٹون کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ان کے جاتے ہی مسز میکالے نے جو ہر کام پھرتی سے کرنے کی عادی تھی جھٹ اس مطلب کا اشتہار کھڑکی میں چسپاں کر دیا۔ کہ مکان کا ایک حصہ کرایہ کے لئے خالی ہے۔ ایک بار سے اس خیال سے قدرے ملال ہوا۔ کہ میں نے ہفتہ رواں کا کرایہ ۲۵ شلنگ وصول کرنے کے لیئے ناحق اصرار کیا۔ کیونکہ وہ شام کو نہیں تو کل سویرے ضرور ہی رخصت ہو جائیں گے۔ اور میرا مکان بھی خالی ہوتے ہی رک جائے گا۔ لیکن ضمیر کی اس آواز کو اس نے یہ کہہ کر دبا لیا۔ کہ میری طرف سے یہ رعائت کیا کم ہے۔ کہ میں نے انہیں ایک ہفتہ کی اطلاع دینے پر مجبور نہیں کیا جس کے لئے میں اگر چاہتی۔ تو اُن سے ۲۵ شلنگ اور وصول کر سکتی تھی۔ علاوہ بریں میں نے انہیں اشیا خوراک پیش کرنے میں کیا کم نرمی کی ہے۔ مانا کہ انہوں نے میری دعوت قبول نہیں کی۔ مگر اس میں قصور ان کا ہے۔ میرا نہیں۔ مجھ سے جہاں تک ممکن تھا فیاضانہ سلوک ہی کیا ہے۔ غرض اس قسم کے خیالات سے اس نے دل کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میں نے ان سے حتے الامکان نرمی برتی ہے جس کے بعد اس نے وہی چیزیں جو بہن بھائی کو پیش کی تھیں۔ خود اُڑانی شروع کر دیں۔

قریباً دو گھنٹے کے عرصہ میں وہ دونو مسز گالڈنز سے انتظامات کر کے واپس ہوئے۔ اور اسی شام رخصت ہونے کے ارادہ سے اسباب باندھنے لگے۔

یہ کام سات کو نو بجے کے قریب ختم ہوا۔ بکس بندھ گئے۔ تو ایک کرایہ کی گاڑی طلب کی گئی۔ جس پر سوار ہو کر دونو یتیم زیادہ غریبی کی زندگی بسر کرنے کو نئے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ رخصت ہوتے وقت انہوں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ کمرہ میں آخری نظر ڈالی۔ تو دلوں میں حسرت واندوہ کا احساس ہوا۔ دونو نے ایک ہی وقت میں محسوس کیا۔ کہ ہم دنیادی جدوجہد میں اُبھرنے کی بجائے پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے ہستی کا محاربہ عظیم حقیقی معنوں میں اب شروع ہوا ہے لیکن جس وقت دونو پھر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ تو اس محبت و اعتماد نے جو دونو کے دلوں میں تھا۔ یاس کو سکون دامید میں بدل دیا۔ اور وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے کمرہ نشست سے باہر نکلے۔ زینہ کی راہ سے اُتر رہے تھے۔ تو اس کے وسطی حصہ میں پہنچنے پر پہلی منزل کے کمرہ کا دروازہ یکایک کھلا۔ اور مسٹر ریڈکلف وہی لبادہ اوڑھے۔ سر پر ٹوپی رکھے نمودار ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہیں جا رہا ہے۔ مگر انہیں دیکھ کر اس کی سیاہ آنکھیں بہن بھائی کی طرف جم گئیں۔ اس کے دل میں کسی نامعلوم وجہ سے ان کے لئے ایک عجیب ہمدردی پیدا ہو گئی۔

کہنے لگا "آپ لوگ شاید اس مکان کے دوسرے حصہ میں رہتے ہیں۔ جس کا ذکر گھر کی مالکن نے صبح مجھ سے کیا تھا؟"

جواب میں کرسچن نے بیان کیا "جناب۔ بے شک ہم دونو ایک عرصے سے اس گھر میں رہا کرتے تھے۔ مگر اب . . . یہاں سے جا رہے ہیں۔"

"اچھا!" مسٹر ریڈکلف نے انداز حسرت سے کہا "مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا۔ آپ لوگوں سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوتی۔"

اتنا کہہ کر اس نے سر کو خم دیتے ہوئے سلام کیا۔ اور تیز چلتا زینہ سے اُتر کر باہر چلا گیا۔ مگر جس وقت اس نے یتیم بہن بھائی کو خلیقانہ انداز سے سلام کیا۔ تو اس کے لبوں پر حسرت آمیز تبسم نمودار ہوا۔ نگاہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک ہی نظر میں اس کو ان دونو سے غیر معمولی دلچسپی ہو گئی ہے۔

مسز میکا بے یتیموں کو رخصت کرنے کے لئے زینہ کے نیچے کھڑی یہ سب باتیں دیکھ رہی تھی آہستہ سے کہنے لگی "عجیب آدمی ہے! . . . لیکن مالدار بھی بہت ہے۔ اور یہ بات کچھ کم موجب تسکین نہیں۔ کیونکہ روپیہ کے بغیر ایسے خبطی آدمی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔" پھر بہن بھائی سے اس نے کہا "میرے عزیزو۔ الوداع۔ جب کبھی اس طرف آنا ہو تو ضرور ملا کرنا۔ اور دیکھو مس ایشٹن مسٹر سیموئل عمانوئیل کا نام نہ بھولنا . . ."

بہن بھائی نے مسز میکالے کو رخصتی سلام کیا۔ پھر کرایہ کی گاڑی پر سوار ہو کر اس گھر کی طرف چلے۔ جہاں ان کی زندگی کے دور جدید کا آغاز ہونا تھا۔

مگر افسوس۔ کن مشکل حالات میں!

دوسری جلد ختم ہوئی

انگریزی اور فرانسیسی کے بہترین ناولوں کے ترجمے

فہرست کتب شائع کردہ

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کے ناول

فسانہ لندن (سلسلہ اول) رینالڈس کے بلند ترین ناول مسٹریز آف لندن کے سلسلہ اول کا اُردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے۔ رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ عبرت خیز اور سبق آموز ناول یہی ہے۔ قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین ہیں۔ اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ پہلی دشوار گذار اور پرشور مقامات سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائش فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پر ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔ یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع۔ ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں۔ کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک بار شروع کر کے ختم کئے بغیر طبیعت کو چین نہیں آتا۔ غضب کا دل فریب ناول ہے۔ اور اس پر مصنف کی جادو بیانی اور شستہ طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے۔ نیکی اور بدی۔ گناہ اور پاکبازی۔ افلاس و تمول کے بے شمار حیرت خیز نظارے پیش کئے ہیں۔

اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے اصل عبارت کے مطابق ہے۔ مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ سینکڑوں سندات خوشنودی موصول ہوئی ہیں۔ ۱۷۔ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۲۴۰ صفحوں سے زیادہ قیمت مدعہ محصولڈاک الگ۔ جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت عہ اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ ؍ علاوہ محصولڈاک ہے۔

فسانہ لندن (سلسلہ ثانی) مسٹریز آف لندن کے سلسلہ دوم کا اُردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے۔ رینالڈس کے معرکہ آرا ناول مسٹریز آف لندن کے دو سلسلے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول

ملنے کا پتہ:۔ لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا ہیرو جدا۔ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے
مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ۔ ۔ ۔ اگر ممکن سمجھا جائے ۔ ۔ ۔ تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت
رکھتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں
دکھائی ہیں، وہاں ان میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ
دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا
جوہر موجود ہو۔ اور خدا اسے نیکی کی توفیق دے۔ تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کے لئے کیونکر
صرف کر سکتا ہے۔ پھر دکھایا ہے۔ کہ امیر اپنے بھائی کی مصیبت میں دستگیری کرے تو وہ غربا
ایک ایسے زبردست ایثار کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ضمناً اس داستان
میں سیکڑوں نئے کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں۔ یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ مصنف کے دماغ نے ایک شہر
آباد کیا ہے۔ جس کے افراد کی حرکات و سکنات آپ کے لئے غائت درجہ دلچسپی رکھتی ہیں۔

۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۶۶۴ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۴ عہ/۱۲ر محصولڈاک الگ۔ جدا
جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ ہر حصہ کی قیمت ۱۲ر علاوہ محصولڈاک ہے۔

خونی تلوار۔ رینالڈس کے بےنظیر تاریخی ناول ہیبکر آف گلنکو کا اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب
فیروزپوری کے قلم سے۔ رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہائت لاجواب جس کا ترجمہ اب
پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر حاوی ہے۔ جیسا ۱۹۱۹ء
میں امرتسر میں پیش آیا تھا۔ ایسے ہولناک واقعہ پر رینالڈس کی تحریر۔ پوچھئے نہیں اس میں کیسی
کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔ گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک
اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں
پیش کیا ہے۔ وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔ حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حمائت
میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان۔ مکمل ۸۵۸ صفحے قیمت ۱ عہ ر

باپ کا قاتل۔ رینالڈس کے زبردست ناول پیری سانڈ کا ترجمہ منشی شمیم الدین صاحب بلہوری
کے قلم سے۔ کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے؟ کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا
مظہر نہیں ہے؟ باپ اپنے چھوٹے بچے کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چمکیلے اور گھومے
ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی
فراموش کر دیتا ہے۔ اور صرف یہ امید اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے۔ کہ میں اپنے بچے

ملنے کا پتہ:۔ لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

کے لئے وافر دولت کما سکوں۔ اسی فکر میں اس کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ الٰہی یہی بچہ جوان ہوکر باپ کو قتل کرے! ... یہی ننھے ننھے ہاتھ اتنے قوی ہوجائیں۔ کہ اس پر محبت دل میں خنجر بھونک دیں۔ جو ہر وقت اسی کے لئے فکرمند اور مضطرب رہتا تھا۔ ہائے کیا فطرت انسانی اس درجہ قابل نفریں ہوسکتی ہے! نہایت زوردار۔ بڑا پردرد۔ غائت درجہ سبق آموز۔ مکمل ۲ جلدیں ۵۲۵ صفحے قیمت للعہ

الگزینڈر ڈوماس کے ناول

وطن پرست۔ نامی ناول "ریجنٹس ڈاٹر" کا ترجمہ از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری۔ اتنا دلچسپ۔ حیرت خیز اور دردناک افسانہ شاید کبھی آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ دنیا بھر کے پولیٹیکل ناولوں میں یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک محب وطن نوجوان اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ مگر جلدی ہی اسیر قید محن ہو جاتا ہے۔ قید خانہ میں اس کو عذاب عظیم کی دھمکی دی جاتی ہے۔ مگر جس ہمت و استقلال کے ساتھ وہ پائے ثبات قائم رکھتا ہے۔ اس کی کیفیت پڑھنے والے پر وجد کی حالت طاری کرتی ہے۔ ان رزمیہ کارناموں کے پہلو بہ پہلو ایک عاشق صادق نازنین کی داستان محبت اور بھی دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ پلاٹ اور بیان میں بے نظیر یہ ناول مکالمہ میں بالکل میلوڈراما کا لطف دیتا ہے۔ فی الحقیقت اگر آپ اس کا مطالعہ کرتے وقت تخیل میں سٹیج قائم کرلیں۔ تو اس کے سارے کیرکٹر زندہ ایکٹروں کی طرح نقل وحرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ گویا مصنف نے اپنے زور تحریر سے ایک بے جان قصہ کو جاندار ناٹک کی حیثیت دیدی ہے۔ ولولہ خیز سین۔ وجد آور نظارے۔ عشق صادق کی فرحت خیز تصویر۔ حب وطن کا ایثار عظیم۔ عشق اور حب وطن کا مقابلہ۔ اس ناول کو ہماری سفارش پر ضرور دیکھئے۔ آپ مدت دراز تک اسے نہیں بھولیں گے۔ ۲۸۴ صفحے سفید ولائتی چکنا کاغذ۔ نفیس جلد بندھی ہوئی۔ قیمت سے ؎

مارس لیبلانک کے ناول

خونی ہیرا۔ "دی ایرسٹ آف آرسین لوپن" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے۔ یہ اپنی طرز کا پہلا اور آخری ناول ہے۔ اس میں نامی سراغرساں شرلاک ہامز کا مشہور عالم چور آرسین لوپن سے مقابلہ ہوتا ہے۔ کس طرح ایک کی ہشیاری دوسرے کی عیاری کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور کیونکر ایک اپنے عدیم النظیر ذہن رسا کی مدد سے دوسرے

کی لاجواب عاقبت بینی پر غالب آنا چاہتا ہے۔ اس جد و جہد کی داستان غایت درجہ دلچسپ ہے۔ شرلاک ہامز کی سراغرسانہ جد و جہد اور آرسین لوپن کی مدافعانہ کارروائیاں صرف دس روز میں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور واقعات اس طرح جلد جلد تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کہ پڑھنے والے کو استعجاب ہوتا ہے۔ کانن ڈائل کا کیرکٹر شرلاک ہامز اپنی مختلف فوق البشر قابلیتوں کے لحاظ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ مگر لوپن کے مقابلہ میں اسے بھی جو زکیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور جو دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ان کی اختراعی حیثیت پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کانن ڈائل کے پیدا کردہ کیرکٹر کے مقابلہ میں اگر کوئی دوسرا شخص اسی پایہ کا کیرکٹر پیدا کر سکتا ہے۔ تو وہ صرف لیبلانک ہی ہے۔ فسانہ کی طرز تحریر عام رسمی تحریروں سے بالکل جدا ہے۔ اور ساری کتاب میں التزام کے ساتھ تلاش کرنے پر بھی ایسا کوئی فقرہ نہیں مل سکتا ہے جس کے نکال دینے پر کتاب کی خوبی میں فرق نہ آئے۔ قصہ کا ہر باب۔ باب کا ہر حصہ۔ ہر صفحہ۔ یہاں تک کہ ہر سطر بدن میں سنسنی پیدا کرتی ہے۔ پڑھنے والا حیرت میں آ کر سوچتا ہے کہ اس سے آگے کیا ہوگا۔ اور اس کی محویت اس قدر بڑھتی ہے کہ قصہ ختم کئے بغیر چین نہیں آتا۔ دو جلدوں میں مکمل ۱۶۹ صفحے قیمت ۸؎

انقلاب یورپ۔ ناول ۱۳ء کا ترجمہ۔ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے۔ عشق سیاست اور سراغرسانی ان تینوں کا مرکب یہ ناول ہے۔ جس کے ترجمے اس سے پیشتر یورپ کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ قصہ کی دلچسپی کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر آپ پہلا باب پڑھ لیں تو ختم کئے بغیر کھانا پینا اور سونا حرام ہو جائے۔ پہلے یہ ناول باقساط رسالہ ترجمان میں چھپا تھا۔ اور اس کی دلچسپی کی یہ کیفیت تھی۔ کہ لوگ دونوں پہلے پرچہ کے لئے چشم براہ ہوتے تھے۔ اب ناظرین کے اصرار پر اسے کتابی صورت میں تیار کیا گیا ہے۔ غضب کا دلفریب قصہ اور سکتہ میں لانے والے نظارے۔ ایسا دلکش ہے کہ برسوں یاد رہے۔ اور ایسا پراسرار کہ نیند حرام کر دے۔ ۵۱۰ صفحے۔ قیمت ؎

شریف بدمعاش۔ "کنفشنز آف آرسین لوپن" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے۔ جس میں آرسین لوپن کی بعض حیرت خیز عیاریوں کا ذکر نہایت دلکش پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ جس طریق پر اس شخص نے پبلک کی آنکھوں میں خاک جھونکی۔ فرانسیسی پولیس کے اعلےٰ کارکنوں کو اُلّو بنایا۔ عظیم خطرات کا مقابلہ کیا۔ اور ہر بار بال بال بچتا رہا۔ اس کا ذکر خود اس کی زبانی۔

ملنے کا پتہ :- لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

زبان سے۔ آرسین لوپن کا کیرکٹر اُردو میں ایک بالکل نئی چیز ہے۔ اور پبلک نے اسے جس قدر پسند کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس غیر معمولی مانگ سے ہو سکتا ہے۔ جو اس کے باقی ناولوں کے لئے پیدا ہوئی۔ اگر آرسین لوپن کے واقعات زندگی آپ کے لئے کچھ دلچسپی رکھتے ہیں۔ تو ضرور یہ کتاب بھی منگا دیکھیے۔ حصہ اول ۱۰۵ صفحہ قیمت بارہ آنہ (۱۲/) حصہ دوم ۹۵ صفحے قیمت ۱۰/

چلتا پرزہ "کنفشنز آف آرسین لوپن" کے آخری حصہ کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ یہ ناول بھی نامی چور آرسین لوپن کے بعض زبردست کارناموں پر مشتمل ہے۔ جن لوگوں نے اس شخص کے معرکوں کا ذکر پڑھا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ ناول کس پایہ کا ہے۔ شریف بدمعاش کے تکملہ کے لئے اسے ضرور پڑھنا چاہیئے۔ ۹۶ صفحے قیمت ۸/

نقلی نواب۔ زبردست ناول "آرسین لوپن" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ آرسین لوپن کے متعلق یہ سب سے پہلا ناول ہے۔ اور اس لحاظ سے بالخصوص قابل مطالعہ ہے۔ ۲۳۴ صفحے قیمت عہ/

رابرٹ ہچنز کے ناول

روحوں کا خراج۔ رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن کے مشترکہ افسانہ "اسے ٹریبیوٹ آف سولز" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ یہ ایک حیرت خیز قصہ ہے۔ جس میں مصنفوں کی رنگین بیانی نے ایک خاص ہی شان پیدا کر دی ہے۔ ایک شخص تین روحوں کا خراج دے کر طاقت و عظمت حاصل کرتا ہے۔ مگر اس کا انجام غائت درجہ عبرت ناک ہے۔ اس طرز پر اس پایہ کا کوئی ناول آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ ۱۴۶ صفحہ قیمت ۱۰/

ولیم لیکیو کے ناول

منزل مقصود "ٹو ہش اپ" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ یہ ناول اُردو میں ایک بالکل ہی نئی چیز ہے۔ عاشق و معشوق کے درمیان ایک قبر کی حد فاصل ہے۔ اور ان کو بتایا گیا ہے۔ کہ اگر وہ ایک دوسرے کے وصل کی آرزو کریں گے۔ تو ان میں سے ایک کا اس قبر میں دفن ہونا یقینی ہے۔ کس لئے؟ اس راز کا حل دیکھنے لائق ہے۔ ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ایسا پراسرار قصہ جس کے ہر باب میں ایک نیا راز نمودار ہوتا ہے۔ ہرگز آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ ۲۵۰ صفحے قیمت عہ/

شاعر رابندرناتھ ٹیگور وغیرہ

ملنے کا پتہ :- لال برادرس، ۷- بارسٹرز روڈ نولکھا لاہور۔

ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

وہ ناول جو ہم نے اب تک ماہوار سلسلہ میں شائع کئے ہیں

جارج ڈبلیو ایم۔ رینالڈس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۷ حصے)	مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۲۴۸	مدیہ ۵/۸
(۵ حصے)	(سلسلہ ثانی)	"	۲۶۶۴	مہ ۵/۱۲
باپ کا قاتل (۲ حصے)	پیری سانڈ	منشی شمیم الدین صاحب بہوری	۵۲۵	للعہ/
خونی تلوار	میسکر آف گلنکو	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۸۵۸	لعہ/

مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
انقلاب یورپ	۸۱۳	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۵۱۰	للعہ/
شریف بدمعاش (۲ حصے)	کنفشنز آف آرسین لوپن	"	۱۷۰	عہ ۶/
چیتا پرزہ	آخری حصہ	"	۵۶	۸/
خونی ہیرا (۲ حصے)	ایرسٹ آف آرسین لوپن	"	۱۶۹	عہ ۸/

ایڈگر جیپسن اور مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
نقلی نواب	آرسین لوپن	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۲۴	عہ ۴/

ولیم لیکیو

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
منزل مقصود	ہشٹاپ	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۵۰	عہ ۴/

الگزینڈر ڈوماس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
وطن پرست	ریجنٹس ڈاٹر	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۴۰	ے/

رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
روحوں کا خراج	ٹریبوٹ آف سولز	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۶۴	۱۰/

شاعر ربندرناتھ ٹیگور وغیرہ

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
افسانہ بنگال	...	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۲۵	۱۲/
کانٹوں کا تاج	نکٹ	...	۳۵	۴/

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نونکھا لاہور